باب دوئم

دریا کے پار

''اوران لوگوں کو بھی ڈرائے
جو کہتے ہیں کہ خدا نے (کسی کو) بیٹا بنالیا ہے۔
ان کو اس بات کا کچھ بھی علم نہیں ہے
اور نہ ان کے باپ دادا ہی کو تھا،
(یہ) بڑی سخت بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے
(اور کچھ شک نہیں) کہ یہ جو کہتے ہیں محض جھوٹ ہے۔
(اے پیغمبر) اگر یہ اس کلام پر ایمان نہ لائیں
تو شاید آپ ان کے پیچھے رنج کر کر کے
اپنے آپ کو ہلاک کر لیں۔''
سورۃ الکہف (۴تا۶)

.....

کمرے کا دروازہ بجا تو اس کی آنکھ پھڑ پھڑائی۔اس نے کوفت سے آنکھیں کھولیں۔پاس رکھی گھڑی میں وقت دیکھا اور ایک دم گھبرا کر اٹھی۔یہ دن میں سونے کی بری عادت.....

دروازے پہ اب دستک نہیں ہو رہی تھی بلکہ اب دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔وہ بیڈ پہ بیٹھی تھی۔مڑ کر نہ دیکھا۔

اندر آنے والی انجلین تھی۔

''کیا ہوا میری؟ کلاس کا وقت ہو گیا ہے۔تم نیچے نہیں آئیں تو میں نے کہا خود دیکھ آتی ہوں۔''انجلین اس کے سامنے آ کر کھڑی ہو گئی۔میری نے سرد آنکھیں اٹھا کر اسے دیکھا اور سر اثبات میں ہلایا۔آنکھیں دو بار موند لیں۔

''آج بارش کی وجہ سے پانی لانا بہت مشکل تھا۔میں سوچ رہیں ہوں کہ روزانہ ہی یہاں بارش ہوتی ہے۔میں کیسے یہ کام کر سکتی ہوں؟اس چرچ کے سامنے ہی تو ایک کنواں ہے،وہاں کا پانی کیوں نہیں استعمال کرتے؟ میں تھک گئی آج.....اور اوپر سے مجھے اس ٹائم سونے کی عادت ہے۔''وہ تھکے تھکے انداز میں کہہ رہی تھی۔

''چھوڑو سب باتیں اور اٹھو۔''انجلین نے ہاتھ سے اٹھنے کا اشارہ کیا۔''اٹھو جلدی ورنہ.....''

''ورنہ لیڈی مہر آ جائیں گی۔'' میری نے اس کی بات کاٹی اور تلخی سے سر جھٹکتی اٹھ گئی۔ ہلکی بھوری آنکھوں والی انجلین ہنس دی۔

کچھ دیر بعد میری بچوں کے ساتھ ایک کمرے میں موجود تھی۔

''کل میں نے آپ سب کو اخلاق کے بارے میں بتایا تھا۔ کسی کو یاد ہے؟'' وہ بچوں سے پوچھ رہی تھی۔ صبح کی کلاس بھی وہ اسی کمرے میں لیتی تھی۔

''کسی سے اچھے طریقے سے بات کرنا اور دوسروں کے ساتھ اچھا رویہ رکھنا اخلاق ہوتا ہے۔'' ایزابیل جھٹ سے بولی۔ میری پہ یہ انکشاف ہوا تھا کہ ایزابیل بہت ذہین ہے۔

''بہت خوب ایزابیل.....ویل ڈن۔'' میری بہت خوش دلی سے کہہ رہی تھی۔

''کیا کسی اور کو آتا ہے؟'' میری نے ایک نظر باقی بچوں کو دیکھا۔ سب خاموش رہے۔ ''چلو کوئی نہیں۔ کل سے یاد کر کے آنا جیسے ایزابیل کو یاد ہے۔'' میری زبردستی مسکرائی۔

''آج میں آپ کو کھانا کھانے کا طریقہ بتاؤں گی۔'' اس نے جیسے اعلان کیا۔

''پر ہمیں کھانا کھانا آتا ہے سسٹر میری۔'' یہ جارج تھا۔ میری کو امید تھی کہ کوئی ایسا ہی جواب ضرور آئے گا۔ وہ اس کے لیے پہلے سے ہی تیار بیٹھی تھی۔

''میں جانتی ہوں، پر کیا آپ کو یہ پتا ہے کہ کھانا کھانے کے کچھ اصول ہیں۔'' اس نے سوالیہ نظروں سے جارج کو دیکھا۔ اس نے نفی میں سر ہلایا۔

''میں بتاتی ہوں۔'' وہ پرجوش نظر آ رہی تھی۔ ''کھانا ہماری ضرورت ہے۔ انسان کو جب بھوک لگتی ہے تو اسے کھانے کی طلب ہوتی ہے۔ کوئی بھی انسان کھانا کھائے بغیر زندہ نہیں رہ سکتا۔ ہماری آنکھوں کو دیکھنے کے لیے، ہاتھوں کو کام کرنے کے لیے، کانوں کو سننے کے لیے طاقت کی ضرورت ہوتی ہے جو ہمیں کھانا کھا کر ملتی ہے۔ اسی لیے ہمیں اچھا اور صاف کھانا کھانا چاہئے۔ سسٹر انجلین آپ کو صاف کھانا بنا کر دیتی ہیں لیکن، اگر آپ کے ہاتھ ہی گندے ہوں تو وہ کھانا بھی تو گندہ ہو جائے گا۔ اسی لیے کھانا کھانے کا پہلا اصول یہ ہے کہ آپ جب بھی کھانا کھائیں، سب سے پہلے اپنے ہاتھ دھوئیں۔ صاف پانی اور صابن سے، تاکہ اگر آپ کے ہاتھوں پہ کہیں مٹی لگی ہے اور آپ کو نظر نہیں آ رہی تو دھونے سے وہ صاف ہو جائے اور آپ صاف کھانا کھائیں۔ اس طرح آپ کے جسم کو زیادہ طاقت ملے گی اور آپ ہر کام اچھے طریقے سے کر سکیں گے۔'' میری انہیں سمجھا رہی تھی۔ وہ سب بغور اس کی بات سن رہے تھے۔

''اگر ہم سارے کام اچھے طریقے سے کریں گے تو ہمیں لیڈی مہر سے ڈانٹ بھی نہیں پڑے گی۔ واؤ.....میں تو اب دن میں دس بار ہاتھ دھوؤں گا۔'' جارج نے کہا اور میری اپنی ہنسی کو روک نہ سکی۔

''ہاں جارج.....'' میری نے ہنسی پر قابو پایا۔ ''لیڈی مہر اگر ہمیں تھوڑا ڈانٹ بھی دیتی ہیں تو تو کوئی بات نہیں۔ وہ ہم سے بڑی ہیں۔'' اب وہ پھر سے ویسی ہو گئی تھی۔ وِل سمیت سارے بچے اسے دیکھ رہے تھے۔ سب کو میری کی بات سمجھ آ گئی تھی۔

''ایک اور بات.....ہمیں کھانا ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ پلیٹ میں اتنا ہی کھانا ڈالیں جتنی ضرورت ہو۔کل ایلس نے رات کا کھانا چھوڑ دیا تھا، سسٹر انجلین نے پھر وہ کھانا پھینک دیا تھا۔آئندہ کھانا ضائع نہ کرنا۔ یہ بہت غلط بات ہوتی ہے۔'' آخر میں جیسے اس نے تنبیہ کی۔

''سوری.....'' ایلس شرمندہ تھی۔

''کوئی بات نہیں ایلس، آپ آئندہ دھیان رکھنا بس۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

ایلس نے سر اثبات میں سر ہلایا۔

''میرے پیارے بچو، اگر آپ سب کو کوئی بھی مسئلہ ہو تو آپ اوپر میرے کمرے میں آ کر مجھ سے پوچھ سکتے ہیں۔ مجھے بہت خوشی ہوگی۔''

''او کے سسٹر میری۔'' سب بچوں نے ایک آواز میں کہا۔ناراض وِل نے بھی.....

وہ حقیقت میں خوش تھی۔ بچے اسے آہستہ آہستہ قبول کر رہے تھے۔

''جب آپ کھانا کھائیں تو پہلے ایک رومال اپنی گود میں رکھ لیں تا کہ آپ کے کپڑے گندے نہ ہوں۔اور کھانا ہمیشہ سیدھے ہاتھ سے کھانا چاہئے۔ڈاکٹرز کہتے ہیں کہ کھانا سیدھے ہاتھ سے کھانے سے صحت اچھی ہوتی ہے۔الٹے ہاتھ سے کھانا نہیں کھانا چاہئے۔ یہ ڈیوِل (Devil) کا طریقہ ہے۔ہم اچھے انسان ہیں اسی لیے ہم ڈیول کی طرح نہیں بنیں گے۔'' اس کے پڑھانے کا انداز وقت کے ساتھ ساتھ ٹھیک ہوتا جا رہا تھا۔ بچے اسے سمجھنے لگے تھے۔

''ڈیول کون ہوتا ہے سسٹر میری؟'' نینسی کی آواز سب کے کانوں سے ٹکرائی۔

''ڈیول ہم سب میں ہوتا ہے نینسی، اور اس کے ساتھ ساتھ ایک اینجل (فرشتہ) بھی ہوتا ہے۔ڈیول ہمیں برے کام کرنے کا کہتا ہے اور اینجل ہمیں اچھے کام کرنے کا کہتا ہے۔ہمیں ہمیشہ اینجل کی بات سننی چاہئے۔'' وہ اسے بتا رہی تھی۔نینسی کو کچھ کچھ سمجھ آ رہا تھا شاید.....

''پر ہمیں کیسے پتا چلتا ہے کہ اچھا اور برا کام کون سا ہے؟'' نینسی کا ایک اور سوال.....

''وہ کام جو دوسروں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ اچھا کام ہوتا ہے، جیسے سسٹر انجلین آپ سب کو کھانا بنا کر دیتی ہیں، یہ ایک اچھا کام ہے۔اور برا کام وہ ہوتا ہے جس سے دوسروں کو نقصان ہو، جیسے.....''

''جیسے لیڈی مہر ہمیں ڈانٹتی ہیں اور ہمارا دل دکھتا ہے سسٹر میری۔'' نینسی کے ساتھ بیٹھی ایلس نے میری کی بات کاٹی۔وہ شل رہ گئی۔وہ بچے لیڈی مہر کو ہر بری چیز کے ساتھ جوڑتے تھے۔

ایلس کی بات کو اس نے نظر انداز کیا تا کہ کسی کا دھیان نہ جائے۔

''ایلس..... بیٹا کسی کی بات نہیں کاٹتے۔جب کوئی بول رہا ہو تو پہلے اسے بات مکمل کرنے دیتے ہیں۔'' وہ آہستہ لہجے میں اسے

سمجھا رہی تھی۔ایک پل کو اسے یاد آیا کہ اس نے بھی لیڈی مہر کی بات کاٹی تھی، جب وہ یہاں آئی تھی۔ایلس خاموش ہوگئی۔

''تو میں آپ کو بتا رہی تھی کہ جس کام میں دوسروں کا نقصان ہو وہ برا کام ہوتا ہے۔جیسے سسٹر انجلین آپ کو کسی چیز سے منع کرتی ہیں تو آپ سب ان سے غصے سے بات کرتے ہیں، اس سے انجلین کا دل دکھتا ہوگا بچو۔''بچوں نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا۔سب نے سوچا کہ وہ اب ڈیول کی بات نہیں مانیں گے۔

''تو اب آپ سب نے یاد رکھنا ہے۔کھانا کھانے سے پہلے ہاتھ لازمی دھونے ہیں، کھانا سیدھے ہاتھ سے کھانا ہے اور کھانا ضائع بھی نہیں کرنا۔او کے اب کلاس ختم، آپ سب اپنے کمرے میں چلے جائیں۔''مسکراتی میری نے انہیں جانے کا کہا۔وہ چپ چاپ اٹھ کر چلے گئے۔

☆☆☆☆☆

کلاس جب ختم ہوئی تو شام نے بسیرہ کر لیا تھا۔سورج غروب ہو چکا تھا۔پورا آسمان گہری نیلی روشنی میں نہا گیا، پھر دیکھتے ہی دیکھتے آسمان کالا ہو گیا۔

وہ سب اپنے اپنے کمروں میں تھے۔

مقررہ وقت وہ سب کھانے کی ٹیبل پہ جمع ہو گئے۔ہمیشہ کی طرح سربراہی کرسی پہ لیڈی مہر بیٹھی تھیں۔دائیں بائیں وہ سب بیٹھے تھے۔انجلین وہاں نہیں تھی۔وہ کچن میں کھانا دیکھ رہی تھی۔سب تیار ہی تھا۔

''لیڈی مہر..... مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔''میری نے ڈرتے ڈرتے کہا۔

''میں سن رہی ہوں۔''خشک لہجہ۔سب بچے بھی اسی طرف متوجہ ہو گئے۔

''وہ.....لیڈی مہر، میں.....''

''جلدی بولو لڑکی۔مجھے ایسے ٹکروں میں بات کرنا پسند نہیں۔''لیڈی مہر نے ایک سرد نظر اس پر ڈالی۔

''میرے پاس ہلکے رنگ کے کپڑے نہیں ہیں، ایک یہ ہے اور ایک دوسرا ہے بس.....میں کہہ رہی تھی کہ اگر انجلین یا کوئی اور بازار جا کر ایک دو جوڑے لے آئے؟''اس نے اپنی بات کر ہی دی۔

''ٹھیک ہے، انجلین چلی جائے گی اور لے آئے گی۔تم دونوں میں سے ایک کو یہاں ہونا چاہئے۔میں اب بچوں کو نہیں سنبھال سکتی۔''لیڈی مہر نے اب ایک نظر بچوں پہ ڈالی۔بچوں نے اپنی نظریں جھکا لیں۔

''ٹھیک ہے۔''میری کو ذرا تسلی ہوئی۔''ایک اور بات.....''

''اجازت دو تو کھانا کھا لیتے ہیں۔''لیڈی مہر نے کچن سے نکلتی بھاری انجلین کو آتے دیکھا تو بول اٹھیں۔اس کا مطلب تھا کہ وہ بات نہیں کرنا چاہتی۔میری شرمندہ ہی ہو گئی۔

انجلین نے کھانا میز پر رکھا اور پھر سب کے سامنے پلیٹیں رکھیں۔باری باری سب کو کھانا ڈال کے دیا۔سارے بچوں نے میری کی

بات پر عمل کرتے ہوئے پہلے گود میں ایک رومال بچھایا۔انجلین نے یہ تبدیلی غور کی تھی۔وہ مسکرائی۔لیڈی مہر کی موجودگی میں وہ بس مسکراتی تھی۔ہنسنے سے گریز ہی کرتی تھی۔

کھانا دینے کے بعد وہ خود میری کے ساتھ آ کر بیٹھ گئی اور اسے مسکرا کر ستائشی نظروں سے دیکھا۔میری نینا سمجھی سے ابرو اٹھایا تو انجلین نے بچوں کی طرف اشارہ کیا۔وہ سمجھ چکی تھی کہ وہ بچوں میں نظر آنے والی تبدیلی کی بات کر رہی ہے۔اس نے بھی مسکرا کر سر کو ہلکا سا خم دیا۔انجلین نے تو یہ تبدیلی محسوس کی تھی مگر کیا لیڈی مہر نے بھی.....؟

اس نے سوچا۔تلخی سے.....

وہ سب کھانا کھا چکے تھے۔بوڑھی لیڈی مہر اپنے سنجیدہ لہجے میں سب کو 'شب بخیر' کہہ کر چلی گئیں۔سب نے انہیں جاتے دیکھا۔

''اوکے بچو،اب تم سب بھی اپنے کمرے میں جاؤ۔''انجلین نے سب بچوں کو کہا۔وہ سب چلے گئے۔

کمرے میں میری اور انجلین اکیلی رہ گئیں۔

انجلین اٹھی اور کھانیکے برتن سمیٹنے لگی۔''ویسے تم نے بچوں کو کیسے قائل کیا؟''پلیٹیں اٹھا کر بڑی سی ٹرے میں رکھتے ہوئے پوچھا۔

''میں انہیں ہم سب کی مثالیں دیتی ہوں تاکہ وہ بات کو جلدی سمجھ جائیں۔اور مجھے لگتا ہے انہیں ایسے ہی باتیں سمجھ آتی ہیں۔تم نے دیکھا ناں۔وِل تک کو میری بات اثر کر گئی۔''کرسی پر بیٹھی میری نے اسے بتایا۔

''بہت اچھی بات ہے۔''انجلین سارے برتن ایک جگہ اکٹھے کر چکی تھی۔

''ویسے انجلین.....بچے ہر بری بات کو لیڈی مہر کے ساتھ جوڑتے ہیں۔میں نے انہیں شیطان کے بارے میں بتایا کہ شیطان ہم سے وہ کام کرواتا ہے جس سے دوسروں کو تکلیف ہو،تو ایلس نے کہا جیسے لیڈی مہر ہمیں ڈانٹتی ہیں اور ہمیں تکلیف ہوتی ہے۔''میری آخر میں ذرا ہنس دی۔

''بچے بھی کیا کریں.....''وہ رکی اور بھاگ کر دروازے کی طرف گئی۔ایک نظر باہر جھانکا اور دیکھا باہر کوئی ہے تو نہیں؟ پتا چلے لیڈی مہران کی باتیں سب رہی ہوں۔

میری اسے حیرانی سے دیکھے گئی کہ آخر یہ کر کیا رہی ہے؟تسلی کر کے وہ واپس آئی۔کرسی پہ بیٹھی اور گہری سانس لی۔

''یہ کیا کرنے گئی تھی تم؟''میری نے سوال کیا۔

''دیکھنے گئی تھی کہ باہر لیڈی مہر تو نہیں؟ یہ نہ ہو کہ وہ باہر کھڑی اپنی مقبولیت کے قصے سن رہی ہوں۔''انجلین کھلکھلا کر ہنس دی۔میری نے بھی اس کی تائید کی۔

''ویسے انہیں سن لینے چاہئیں۔''میری نے سر جھٹکا۔

وہ دونوں آمنے سامنے کرسیوں پہ بیٹھی تھیں۔

''نو کمنٹس۔''اس نے ہنستے ہوئے شانے اچکائے۔میری بھی ہلکا سا ہنسی۔

''تم کچھ کہہ رہیں تھیں انجلین۔'' میری نے اسے یاد کروایا۔

''ہاں وہ..... میں کہہ رہی تھی کہ لیڈی مہر نے کبھی بچوں سے پیار سے بات نہیں کی تو وہ کیسے لیڈی مہر کو اچھا سمجھیں۔ بچے تو پیار کے بھوکے ہوتے ہیں، اگر انہیں پیار ہی نہ ملے تو وہ.....'' انجلین نے دکھ سے کہا۔

''تو کون چھوڑ گیا تھا ان سب کو یہاں؟'' میری کو بھی دکھ ہوا تھا۔ دنیا بھی کیسی عجیب جگہ ہے۔ کسی کو ہر آسائش ملی ہے لیکن وہ اس کی قدر نہیں کرتا اور کسی کہ پاس کچھ بھی نہیں ہوتا، اسے ان سب چیزوں کی وقعت کا اندازہ اچھے سے ہوتا ہے۔ ان بچوں کے پاس کیا تھا؟ کچھ بھی نہیں۔ بس یہ چھت ہی تھی۔ تین وقت کا کھانا اور بس..... انہیں محبت چاہئے تھی۔ کسی ایسے انسان کی جوان کا دکھ سمجھے۔ انجلین تو پوری کوشش کرتی تھی لیکن ابھی تک وہ ان سب کے دلوں میں گھر نہیں کر سکی تھی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ بھی تھی کہ انجلین انہیں لیڈی مہر کے سخت فیصلوں کے بارے میں بتاتی تھی۔ انہیں لگتا تھا انجلین بھی لیڈی مہر جیسی ہے لیکن وہ تو بہت نرم طبیعت کی مالک تھی۔ وہ بس انہیں لیڈی مہر کی ڈانٹ سے بچاتی تھی۔ بچوں کو اس گہرائی کا ابھی پتا نہیں تھا۔

''یہ سب بچے تقریباً آٹھ نو سال کے ہیں۔ نینسی اور ایلس جب یہاں آئی تھیں تو وہ دو سال کی تھیں۔ جارج اور ایزابیل کو تو کوئی ٹوکری میں رکھ کر چلا گیا تھا وہ تقریباً چند ماہ کے تھے۔ میں نے ہی انہیں پالا ہے۔ لیڈی مہر کی زندگی بدل گئی تھی تو بچوں کا دھیان میں رکھنے لگی۔ انہیں اپنے گھر والوں کے بارے میں زیادہ کچھ یاد نہیں ہیپر وِل کو سب یاد ہے۔ وِل جب یہاں آیا تو وہ تقریباً پانچ سال کا تھا۔ مجھے آج بھی وہ دن یاد ہے میری.....'' انجلین کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ وہ چند سال پیچھے چلی گئی تھی۔ اس دن جب تقریباً پانچ سالہ وِل اپنی ماں کے ساتھ اس اورفن ایج میں آیا تھا۔

اس دن بھی بارش ہو رہی تھی۔ سورج، بارش کی وجہ سے بادلوں کی اوٹ میں چھپا تھا۔

اورفن ایج کے بڑے سیہال میں خاموشی چھائی تھی۔ لیڈی مہر اپنے کمرے میں تھیں اور انجلین بچوں کے ساتھ ان کے کمرے میں تھی۔ لکڑی کے داخلی دروازے پہ ایک عورت نے ذرا زور سے دستک دی۔ وہ کسی نے نہ سنی لیکن دروازہ آہستہ آہستہ کھلتا گیا۔

وہ قدم بڑھاتی اندر آئی۔ ہال خالی تھا۔ اس نے اونچی آواز سے پکارا۔

''کوئی ہے؟'' آواز دیواروں سے ٹکرا کر واپس پلٹ آئی۔ اس عورت نے ایک بار پھر سے آواز دی۔ آواز پھر سے ٹکرا کر واپس آئی۔

کمرے کا دروازہ کھلا تو لیڈی مہر، آنکھوں میں حیرانی لیے باہر نکلیں۔ دوسری طرف انجلین بھی باہر آ گئی۔ وہ بھی اس انجان عورت کو دیکھ کر ذرا حیران ہوئی تھی۔ بچوں کو اس نے باہر آنے سے منع کر دیا تھا۔

''میں..... میرا نام جوئیس ہے، میں ایک غریب عورت ہوں۔ میرے شوہر کا انتقال ہو گیا ہے، میں اور میرا بچہ (پاس کھڑے بچے کی طرف اشارہ کیا) اکیلے رہتے ہیں۔'' اس نے اصل بات بتائی۔ بات کرتے ہوئے اس کی آنکھیں بھیگی تھیں۔

لیڈی مہر چلتی چلتی اس کے قریب آئیں۔ ''تم یہاں رہنے.....''

''نہیں، نہیں..... میں یہاں رہنے نہیں آئی۔ میں اپنے بیٹے (دوبارہ سے اس پانچ سالہ بچے کو دیکھا، جس نے مضبوطی سے اپنی ماں کی انگلی تھام رکھی تھی)..... مجھے آپ سے اکیلے میں بات کرنی ہے۔'' اس نے لیڈی مہر سے کہا۔ لیڈی مہر نے سمجھ کے سر ہلا دیا اور اسے اپنے ساتھ آنے کا اشارہ۔ وہ عورت بچے سے ہاتھ چھڑوا کر لیڈی مہر کے ساتھ چل پڑی۔ بچہ ماں کو لیڈی مہر کے ساتھ ایک کمرے میں غائب ہوتے دیکھتا رہا۔ وہ اکیلا رہ گیا تو انجلین ہال میں آئی اور اس بچے کے سامنے پنجوں کے بل بیٹھ گئی اور پیار سے اسے دیکھا۔

''کیا نام ہے تمہارا؟'' انجلین نے پیار سے ہاتھ اس کے گال پہ پھیرا۔ نیلی آنکھوں اور دودھیا رنگت والے بچے کے چہرے پہ ذرا ویرانی تھی۔

''وِلیم (William)..... پر ماما مجھے وِل کہتی ہیں۔'' آہستہ سے اس نے اپنا نام بتایا۔

''ویری نائس..... آؤ میرے ساتھ۔ میں تمہیں اور لوگوں سے ملواتی ہوں۔ یہاں اور بچے بھی ہیں۔'' انجلین اس کا دھیان بٹانا چاہ رہی تھی۔

بچے کو بھوری آنکھوں والی انجلین اچھی لگی تھی۔ وہ چپ چاپ اس کے ساتھ چلا گیا۔

''تمہارا نام کیا ہے؟'' انجلین کی انگلی پکڑتے ہوئے وِل نے پوچھا۔

''میرا نام انجلین ہے۔'' وہ اب کمرے میں داخل ہو گئے۔

وہ ایک بڑا سا کمرہ تھا۔ دیواروں کے ساتھ آمنے سامنے آٹھ پلنگ لگے تھے۔ ہر ایک کے لیے علیحدہ پلنگ..... وِل نے خاموش نظروں سے ادھر ادھر دیکھا۔ وہ سب بچے بھی اسے ایسے ہی دیکھ رہے تھے۔

''نینسی، ایلس، جارج، ایزابیل (باری باری سب کو مخاطب کیا) یہ تمہارا نیا دوست ہے۔ اس کا نام وِل ہے۔ آج سے یہ بھی ہمارے ساتھ ہی رہے گا۔ تم سب ایک ساتھ کھیلا کرنا۔'' انجلین نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

''نو..... میں تو اپنی ماما کے ساتھ رہوں گا انجلین۔'' وِل ایک دم بولا۔ انجلین کو اس پر ترس آیا۔ اس کی ماں کی ان کہی بات تو وہ سمجھ ہی چکی تھی۔ اس نے پیار سے وِل کے بال سہلائے۔ دکھ اور ترس سے.....

''یہ سب آپ کے دوست ہیں وِل۔ یہاں آپ ان کے ساتھ کھیلنا۔'' وہ بات بنا رہی تھی۔ وِل نے نفی میں سر ہلایا۔

''نو..... مجھے میری ماما کے ساتھ رہنا ہے۔'' وہ ذرا غصے سے بولا اور فوراً باہر کی طرف بھاگ گیا۔ انجلین بھی اس کے پیچھے بھاگی۔

''ماما..... ماما.....'' وہ بھاگتے ہوئے اونچی اونچی اپنی ماں کو بلا رہا تھا۔ اس کا رخ اس کمرے کی طرف جس میں اس نے اپنی ماں کو جاتے دیکھا تھا۔ لیڈی مہر اور جوئیس، اندر ہی تھیں۔

وہ بھی باقی سب کمروں کی طرح بڑا تھا۔ ارد گرد بیٹھنے کے لیے لکڑی کے بینچ بنے تھے۔ کمرے میں باہر کی طرف لمبی لمبی کھڑکیاں تھیں جن سے روشنی اندر آ رہی تھی۔ درمیان میں ایک راہداری تھی جو سیدھا چبوترے تک جاتی تھی، وہاں اوپر ایک مجسمہ ٹکا تھا، مٹی کا مجسمہ..... جس کی وہ سب پوجا کرتے تھے۔ آسمان سے گرتے پانی کا شور بھی اس ماحول میں شامل تھا۔ وہ دونوں ایک بینچ پہ بیٹھ گئیں۔ لیڈی

مہر کی سوالیہ آنکھیں اپنے ساتھ بیٹھی عورت پہ جمی تھیں۔ وہ رو رہی تھی۔

''میں نے دل پہ پتھر رکھ کے یہ فیصلہ کیا ہے لیڈی مہر۔ میں..... وِل کو اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتی۔ کم از کم اسے یہاں کھانا تو ملتا رہے گا۔ میں اسے کھانا تک نہیں دے سکتی۔ کتنے کتنے دن ہم بھوکے رہتے ہیں، میں اپنے بچے کو ایسے نہیں دیکھ سکتی۔ مجھے خداوند (سامنے سولی چھڑ ہے مجسمے کو دیکھا) سے امید ہے کہ کوئی اسے یہاں سے لے جائے گا۔ وہ ایک اچھی زندگی گزارے گا۔ میں.....'' اس کے الفاظ دم توڑ گئے۔ لیڈی مہر نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ وہ اس کا دکھ سمجھ سکتی تھیں، آخر وہ بھی ایک ماں تھیں۔

''امید کرتے ہیں کوئی ان بچوں کو لے جائے۔'' لیڈی مہر نے کہا۔ انداز میں دکھ، سنجیدگی اور ایک خوف سا تھا۔ کیا واقعی کوئی ان بچوں کو لینے آئے گا؟ کیا کوئی اس خونی یتیم خانے سے ان بچوں کو لے جائے گا؟

لیڈی مہر نے کرب سے آنکھیں بند کیں۔

''آپ بس وِل کا خیال رکھنا پلیز..... آپ کا مجھ پہ احسان ہوگا۔'' اس نے فوراً سے لیڈی مہر کے ہاتھ تھام لیے۔ ''آپ بھی خدا سے (دوبارہ اس مجسمے کو دیکھا) دعا کرنا کہ کوئی اچھی فیملی میرے بچے کو یہاں سے لے جائے۔ میں نے سنا ہے کہ اس کمرے میں ساری دعائیں قبول ہوتی ہیں۔''

کیا واقعی اس کمرے میں دعائیں قبول ہوتی ہیں؟ اگر ایسا ہوتا تو لیڈی مہر کی زندگی ایسی تو نہ ہوتی۔ اپنی زندگی کے کرب ناک واقعہ کے بعد لیڈی مہر نے یہاں آنا چھوڑ دیا تھا۔ وہ بس اپنے دو کمروں میں ہی رہتی تھیں۔ کبھی اوپر والے کمرے میں تو کبھی نیچے.....

جوئیس نامی عورت کی باتوں پہ لیڈی مہر نے اثبات میں سر ہلایا۔ دفعتاً دروازہ کھلا اور وِل بھاگتا ہوا اپنی ماں کے پاس آ گیا۔

''ماما..... یہ انجلین (وہ کمرے میں آتی انجلین کی طرف دیکھ کر بولا) کہہ رہی تھی کہ مجھے اب یہاں رہنا ہے۔ ماما میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ پلیز مجھے یہاں نہ چھوڑ کر جائیں۔'' اس کے انداز میں ایک خوف تھا۔ ماں سے بچھڑنے کا خوف.....

جوئیس نے روتی آنکھوں سے اسے دیکھا اور اس کیدونوں گال تھام لیے۔

''میری بات سنو وِل..... یہاں تم خوش رہو گے۔ تمہیں یہاں کھانا ملے گا۔ تمہارے یہاں دوست بھی ہوں گے۔ تم یہی رہ لو، اپنی ماما کے لیے۔'' اس نے کہا۔ وِل نے زور زور سے نفی میں سر ہلایا۔

''نو..... مجھے آپ کے ساتھ رہنا ہے۔'' وہ بضد تھا۔ انجلین اور لیڈی مہر اس منظر کو دکھ سے دیکھ رہی تھیں۔

''چلو باہر چلتے ہیں۔'' جوئیس نے بات ٹالی اور وہ سب باہر آ گئے۔ ہال ویران تھا۔ بارش کا پانی چھت سے ٹپک رہا تھا۔

''میں تم سے ملنے آؤں گی وِل۔ بس کچھ دن (اس نے آنکھیں بند کیں، گرم پانی اس کی بند آنکھوں سے ٹپکا) کی ہی بات ہے، پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' اس نے وِل کو امید دلائی۔

''آپ وعدہ کریں آپ آئیں گی۔'' خوف زدہ وِل نے کہا۔

''ہاں، ضرور.....'' بچے کو ایک جھوٹی تسلی دی۔ اس نے وِل کا ہاتھ انجلین کے ہاتھ میں دیا۔ انجلین نے اسے تھام لیا، جوئیس اس

کے سامنے پنجوں سے بل بیٹھی۔

''اگر میں نہ آئی تو تم یہیں رہنا، سسٹر انجلین اور لیڈی مہر تمہارا خیال رکھیں گی۔ میرا بہادر بیٹا۔'' اس نے وِل کے گال چوم لیے۔ وِل نے نفی میں سر ہلایا۔ جوئیس نے دونوں کو ایک امید بھری نظر سے دیکھا۔ لیڈی مہر نے سر کو ہلکا سا خم دے کر اسے تسلی دی۔ وہ باہر جانے لگی تو وِل پکار اٹھا۔

''ماما..... ماما مت جائیں پلیز..... مجھے اپنے ساتھ لے جائیں۔'' وہ گلہ پھاڑ کے چیخا۔ انجلین نے اس کے ہاتھ پہ پکڑ مضبوط کر دی۔ وہ آگے نہ بڑھ سکا۔ اس کی ماں نے پلٹ کر نہ دیکھا اور باہر بارش میں گم ہو گئی۔ وِل زار و قطار رو رہا تھا اور بار بار اپنی ماں کو پکار رہا تھا۔ انجلین کی آنکھیں بھی بھیگی ہوئی تھیں۔ لیڈی مہر نے ایک دکھ بھری نظر وِل پہ ڈالی اور اسے حالات کے سپرد کرتیں اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

''مجھے وہ دن نہیں بھولتا میری..... میں نے جس طرح ایک بچے کو اپنی ماں سے جدا ہوتے دیکھا تھا۔ میں..... بیان نہیں کر سکتی۔'' اس دن کی روداد سنا کر انجلین واپس حال میں آ چکی تھی۔ لالٹینوں کی روشنی میں وہ دونوں کرسیوں پہ آمنے سامنے بیٹھی تھیں۔ میری نیمضبوطی سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''میں سمجھ سکتی ہوں۔ چلو اب دل چھوٹا نہ کرو۔ سب اچھا ہو گا۔'' میری نے کہا اور اٹھ گئی۔ انجلین نے اداس مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔

یہ بچے بھی تو ایک غار میں قید ہیں۔ ان کا ماضی ہی ان کی غار ہے۔ اس غار کا دروازہ خود اعتمادی ہے۔ اگر خود اعتمادی کا دروازہ پار کر لیا جائے تو ماضی کی غار سے نکلا جا سکتا ہے۔

وہ سب اپنے اپنے کمروں میں چلے گئے۔ رات گہری ہو چکی تھی۔ کالے آسمان پر زور سے بادلوں کے گرجنے کے ساتھ ساتھ بجلی چمکی اور لمحے بھر کے لیے روشنی ہر کمرے میں آ گئی۔ سب نے اپنے اپنے کمروں میں کھڑکی کی طرف دیکھا۔ بارش شروع ہو چکی تھی۔

سب اپنی اپنی غاروں میں قید تھے۔ وہ کب اس سب سے نکلیں گے؟ آخر کب..... وہ کبھی نکلیں گے بھی یا..... نہیں.....!

☆☆☆☆☆

رات کا اندھیرا چھٹا تو دن نے اپنے قدم جمانے کی تیاری کر لی۔ آسمان کی کالک جامنی رنگ میں بدلتی رہی اور اسی طرح نیلگوں روشنی آسمان پہ پھیل گئی۔ سورج نکلنے سے پہلے کالے بادلوں نے پورے آسمان کو گھیر لیا تھا۔ فورکس کے علاقے میں بارش بہت زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں کے لوگ ہر وقت اپنے ساتھ چھتریاں لئے گھومتے ہیں۔ کیونکہ بادل تقریباً ہر روز ہی برسنے کو تیار بیٹھے ہوتے ہیں۔

فورکس کی سڑکوں پہ وہ بھی اپنے ہاتھ میں بند چھتری پکڑے چلتا جا رہا تھا۔ ہر چیز سے بے پرواہ وہ منہ میں کچھ گنگناتے ہوئے آس پاس نظر دوڑاتے ہوئے چل رہا تھا۔ لوگ اسے مڑ مڑ کر دیکھ رہے تھے۔ شاید وہ اسے دیوانہ سمجھ رہے تھے۔ یا وہ واقعی دیوانہ تھا بھی؟

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ بارش نے برسنا شروع کر دیا۔ سب نے اپنی اپنی چھتریاں کھول لیں اور جن کے پاس چھتریاں نہیں تھیں وہ

دکانوں کے آگے بنے برآمدوں کے نیچے جا کھڑے ہوئے۔

بارش تیز ہوتی جارہی تھی سڑک پر کچھ ہی لوگ تھے۔وہ اپنی دھن میں چلتا چلتا اپنے گھر تک پہنچا۔اس نے دروازے پر دستک دی تو اندر سے کسی کے چلنے کی آواز سنائی دی۔

دروازہ کھلا تو ایک عمر رسیدہ عورت اس کے سامنے کھڑی تھی۔عورت نے پریشانی سے اسے دیکھا۔

اس نے اپنی چھتری اب بند کر دی تھی۔

''کہاں رہ گئے تھے تم؟''عورت نے پریشانی سے پوچھا۔اس کے ماتھے پر بل نمایاں نظر آتے تھے۔وہ اندر آیا اور چھتری کھول کر ایک طرف رکھ دی۔اس میں سے پانی نچڑنے لگا۔

''میں کام سے گیا تھا۔''وہ لاپرواہی سے بولا۔عورت نے ایک غصے بھری نظر اس کی طرف اچھالی جسے اس نے نظر انداز کیا، اپنی خوبصورت مسکراہٹ کے ساتھ۔

''ایسا کیا کام تھا جو تمہیں اتنی رات کو ہی جانا پڑا؟''عورت کی تفتیش شاید آج ختم نہیں ہونی تھی۔

''اب میں واپس آ تو گیا ہوں۔آپ اب اس بات کو جانے بھی دیں۔''اب کی بار اس کے لہجے میں تلخی کی ملاوٹ بھی تھی۔عورت کے ماتھے کے بل اب سیدھے ہوئے اور وہ حیرت سے بولی۔

''میں تمہاری ماں ہوں۔بس پریشان ہو جاتی ہوں۔تم جانتے ہی ہو کے حالات کیسے ہیں۔''

لڑکے کے لہجے کی ساری تلخی زائل ہوگئی۔''او کے ایم سوری مام۔''اس نے شرمندہ نظروں سے عمر رسیدہ ماں کو دیکھا۔''میں اب بڑا ہو گیا ہوں۔میرے اپنے بھی کام ہوتے ہیں۔''وہ پرجوش انداز میں کہہ رہا تھا۔

وہ ابھی تک داخلی دروازے کے پاس ہی کھڑے تھے۔باہر سے بارش کا پرفسوں شور وہ دونوں سن سکتے تھے۔

''تمہارا انداز مجھے غلط لگ رہا ہے۔''عورت کے لہجے میں پھر سے ذرا پریشانی در آئی تھی۔ماتھے پر بل پھر سے نمودار ہوئے تھے۔

''نو،نو.....مائی ڈیئر مام۔اچھا اب مجھے ناشتہ دیں۔اس کے بعد مجھے ضروری کام سے جانا ہے۔''

''کیسا کام؟''ماں نے باقی باتیں نظر انداز کی ہوں جیسے۔

''اوہو۔لیڈی.....پلیز ویٹ۔''اس کے انداز میں کچھ مخفی تھا۔''اور ہاں ڈیڈ سے ذکر مت کرنا ابھی اس بات کا۔''

''او کے۔آو؟ کچن میں.....''لیڈی صوفیہ کے ماتھے کے بل اب غائب تھے۔

وہ دونوں کچن میں آ گئے۔وہ ایک چھوٹا سا کچن تھا۔ایک طرف چولہا بنا تھا جس کے اوپر چمنی بنی تھی جو گھر سے باہر جاتی تھی تا کہ دھواں گھر میں نہ رہے۔کچن کے وسط میں چار کرسیاں اور ایک ٹیبل رکھا تھا جس پہ ایک ٹوکری میں کچھ پھل رکھے تھے۔ایک طرف کھڑکی تھی جس سے باہر ہوتی بارش صاف دیکھائی دیتی تھی۔

وہ کرسی پر بیٹھا تھا۔عورت چولہے پر کچھ گرم کر رہی تھی۔روایتی لمبے فراک میں ملبوس وہ ایک دبلی پتلی مگر عمر رسیدہ عورت تھی۔

چندمنٹ گزرے اور کھانا گرم ہوگیا تھا۔

''یہ لو (کھانا میز پہ رکھا) اور بارش رکنے کا انتظار کر لینا پھر جانا باہر۔'' ماں تھی ناں، فکرمند تو ہوگی۔

وہ ہلکا سا ہنس دیا۔ ''او کے اولڈ لیڈی۔'' وہ مزاق میں کہتا کھانا کھانے لگا۔ عورت اس کی بات پہ ہنس دی اور دوسری کرسی پر براجمان ہوگئی۔

قدموں کی آواز آئی تو دونوں نے کچن کے دروازے کی طرف دیکھا۔ آواز اسی طرف سے آرہی تھی۔

ایک دبلا پتلا سا آدمی اندر آیا۔ چہرے پر موچھیں تھیں اور سفید بالوں میں کہیں کہیں کالے رنگ کی ملاوٹ تھی۔

''گڈ مارننگ۔'' اپنی تہذیب (کلچر) کے مطابق سب کو اونچی آواز میں وش کیا۔

دونوں نے ایک خوشگوار مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی۔

''ناشتہ مجھے بھی دے دو۔'' اپنی بیوی سے کہتا وہ کرسی تک آیا اور کرسی پہ بیٹھ گیا۔ لڑکا پھر سے کھانا کھانے میں مصروف ہوگیا تھا۔

لیڈی صوفیہ فوراً اٹھیں اور ناشتہ تیار کرنے لگیں۔

''جلدی کرو صوفیہ مجھے جانا ہے۔'' وہ ذرا جلدی میں لگتا تھا۔ سامنے بیٹھے لڑکے نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ چولہے پر کام کرتی لیڈی نے بھی اس کی طرف دیکھا۔

''کہاں جانا ہے؟'' اس نے سوال کیا۔

''پہاڑی تک جانا ہے۔ کام ہے ذرا.....''

باہر بارش اب آہستہ ہوچکی تھی۔ کھڑکی کے شیشے پر بوندیں ہنوز گر رہیں تھیں۔

''ڈیڈ، میں چلا جاتا ہوں۔ آپ رہنے دیں۔ اس دن جب آپ گئے تھے تو بہت تھک گئے تھے۔ راستہ بہت خراب ہے۔ ویسے بھی میں نے اخبار میں خبر پڑھی ہے کہ کل وہاں پھر سے کوئی قتل ہوا ہے۔ لوگ پھر سے اس خونی اورفن ایج کے بارے میں بات کر رہے ہیں۔ وہ لیڈی مہر کو برا بھلا کہہ رہے ہیں۔'' اس نے پریشانی سے کہا۔ وہ اپنے ماں باپ کی بہت فکر کرتا تھا۔ وہ خوبصورت شخص بہت اچھا بیٹا تھا۔

''نو مائی سن۔ میں چلا جاؤں گا۔'' بوڑھا آدمی آرام سے بولا۔ چہرے پر ایک مسکراہٹ تھی۔ اورفن ایج والی بات انہوں نے دانستہ نظر انداز کی۔

''آپ شہر کے کام کرلیں ڈیڈ۔ مجھے باہر کے کام کرنے دیں۔ میں وہاں چلا جاؤں گا۔'' وہ بولا۔

''رابرٹ ٹھیک کہہ رہا ہے بروس۔ آپ شہر کے کام کرلیں وہ باہر کے کام کرلے گا۔'' ناشتہ ٹیبل پر رکھتے ہوئے لیڈی صوفیہ نے کہا۔ بروس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔

وہ تینوں کرسیوں پر ٹیبل کے گرد بیٹھے تھے۔ ناشتہ خاموشی سے کھایا گیا۔ بارش ہنوز برس رہی تھی۔

ناشتہ کرنے کے بعد بروس اٹھے اور رابرٹ کو بھی ساتھ چلنے کا اشارہ کیا۔ وہ دونوں کچن کے دروازے سے باہر نکل آئے۔ لیڈی صوفیہ کچن میں اکیلی رہ گئیں۔

دوسرے کمرے میں کھڑے وہ دونوں باپ بیٹا آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

''لیڈی مہر کو جا کر تم نے یہ پیسے دینے ہیں۔ اور یہ سامان بھی انہیں دے دینا۔'' ایک تھیلہ اس کی طرف بڑھاتے ہوئے بروس نے کہا۔

''او کے۔'' اس نے سمجھ کر سر ہلایا۔

''چلو اب تم چلے جاؤ۔ لیٹ ہوئے تو لیڈی مہر ناراض ہوں گی۔''

''ڈیڈ..... آپ لیڈی مہر کا اتنا خیال کیوں رکھتے ہیں۔ یعنی کہ میں کتنے سالوں سے دیکھ رہا ہوں آپ اور فن ایج جاتے ہیں اور لیڈی مہر کے کام کرتے ہیں۔ پیسے بھی بہت کم لیتے ہیں ان سے کوئی خاص وجہ ہے کیا؟ باقی ساری دنیا کی نظر میں تو وہ قاتلہ ہیں۔'' کافی بار ذہن میں آیا سوال رابرٹ کی زبان سے آج ادا ہوا تھا۔

بروس کے ذہن میں ماہ و سال کسی فلم کی طرح چلنے لگے تھے جو انہوں نے ذہن سے جھٹک دیے۔ یہ وقت ان باتوں کو یاد کرنے کا نہیں تھا۔

''میں..... پھر کبھی بتاؤں گا۔ تم ابھی جاؤ۔ اور لیڈی مہر کوئی قاتلہ نہیں ہیں۔ لوگوں کو تو بس کوئی بات چاہئے۔ لیڈی مہر کا ان قتلوں سے کیا لینا دینا؟ وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتیں۔ لوگ تو پاگل ہیں۔'' بروس قدرے اکتاہٹ سے بولے۔

''وہی تو۔ میں آپ کو دیکھتا ہوں اور آپ ان کی بہت عزت کرتے ہیں۔ پر لوگ کہتے ہیں کہ لیڈی مہر کے آنے کے بعد ہی وہاں قتل ہونا شروع ہوئے ہیں۔ اسی لیے.....''

''اچھا بس کرو۔ تم بس جاؤ وہاں۔ لیڈی مہر کے بارے میں ایسا مت سوچو۔'' انہوں نے گردن ہلا کر باہر جانے کا اشارہ کیا۔

رابرٹ نے ایک نظر باپ کے چہرے کی طرف ڈالی۔ اس پر بیتے کل کی یاد واضح تھی۔

وہ فیصلہ نہ کر پایا کہ اس یاد میں کیا تھا؟

اس نے چیزیں تھام لیں اور باہر چلا گیا۔ بروس کمرے میں اکیلے رہ گئے۔ دو قدم اٹھا کر صوفے تک آئے اور اس پر ڈھیر ہو گئے۔

بارش کا شور ابھی تک کانوں سے ٹکرا رہا تھا۔ وہ کسی بیتے زمانے میں پہنچ گئے۔

یہ اس وقت کی بات ہے جب وہ جوان تھے۔ تیس سال پہلے کی بات ہے۔

بارش تب بھی ہو رہی تھی۔ وہ ایک درخت پہ چڑھ کر پھل توڑ رہے تھے کہ ان کا پاؤں پھسلا اور وہ زور سے زمین پر آ گرے۔ گرنے سے نوجوان بروس کے کپڑے مٹی لگنے سے گندے ہو گئے۔ ٹانگ پر چوٹ آئی اور خون بہت تیزی سے بہنے لگا۔ بارش کا پانی چوٹ پر پڑا تو درد میں مزید اضافہ ہوا۔ وہ نوجوان درد سے کراہ اٹھا۔

پاس سے ایک شخص گزرا۔اس نے بروس کی کراہتی آواز سنی تو وہ جلدی سے اس کی طرف آیا۔وہ چوٹ پر ہاتھ رکھے خون روکنے کی کوشش کررہا تھا مگر سود.....

''کیا ہوا تمہیں؟''اس شخص نے بروس سے پوچھا۔بروس کے چہرے پہ درد تھا.....تکلیف تھی.....وہ رو دینے کو تھا۔اس نے سر اٹھا کر سامنے کھڑے آدمی کو دیکھا۔درد کی شدت سے بولا نہ گیا اور چوٹ کی طرف دیکھنے لگا۔آدمی فوراً آگے جھکا۔ سہارا دے کر بروس کو اٹھایا۔بارش کے باعث وہ دونوں بھیگ چکے تھے۔

''میں تمہاری پٹی کر دیتا ہوں۔چلو میرے ساتھ۔''اس آدمی نے بروس کو اپنے کندھے پر اٹھایا اور اپنی گاڑی تک لے آیا۔گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا اور اسے اندر بٹھایا۔بروس کا درد اس کے چہرے سے عیاں تھا۔گاڑی چل پڑی۔کچھ دیر کے بعد گاڑی ایک گھر کے سامنے آکر رکی۔گاڑی چلاتا شخص سارے راستے اسے ہمت رکھنے کا کہہ رہا تھا۔بارش کی رفتار میں کمی آگئی تھی۔اس آدمی نے فوراً بروس کو باہر نکالا اور اسے اٹھا کر اندر لے گیا کہ بروس میں چلنے کی سکت نہیں تھی۔دروازہ کھول کر وہ اسے ساتھ والے کمرے میں ہی لے گیا اور بیڈ پہ لٹا دیا۔بروس کی حالت غیر ہوتی جا رہی تھی۔خون بہت زیادہ بہہ نکلا تھا۔وہ آدمی بروس کو ہمت کرنے کا کہہ کر باہر چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد وہ آدمی ایک لڑکی کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا۔اس نے گہرے رنگ کا لباس پہن رکھا تھا۔بالوں کی آبشار کو کھلا چھوڑے،سفید رنگت اور انگلی میں ایک انگوٹھی پہنے وہ ایک خوبصورت لڑکی تھی۔

''اس کا بہت خون بہہ گیا ہے۔''وہ اسے بتا رہا تھا۔خون کے دھبے بیڈ کی چادر پر بھی جذب ہو گئے تھے۔

''آپ اسے یہ کپڑا باندھ دیں۔''لڑکی نے اپنی گردن سے مفلر اتار کر اس کی طرف بڑھایا۔اس نے کپڑہ اس سے لیا اور زخم کی جگہ پر دکھا۔ بروس شاید بے ہوش ہو چکا تھا۔جسم میں حرکت باقی نہ تھی۔

''میں پانی لاتی ہوں۔آپ تب تک اسے ہوش میں لائیں۔''وہ پریشانی سے کہتی باہر چلی گئی۔

آدمی نے پہلے بیڈ پہ پڑے تکیے کا غلاف اتارا اور بروس کی ٹانگ سے بہتا خون صاف کیا پھر مفلر اس کی ٹانگ پہ باندھ دیا۔زخم چھپ گیا۔خون رک گیا۔وہ بروس کے گال تھپک کر اسے ہوش میں لانے کی کوشش کر رہا تھا۔

''یہ لیں پانی۔''لڑکی واپس آئی اور ایک پانی کا گلاس آدمی کو تھمایا۔اس آدمی نے اپنا ہاتھ پانی میں ڈبو کر نکالا اور بروس کے منہ پر پانی کا چھڑکاؤ کیا۔ایسا اس نے دو سے تین بار کیا۔بروس ہوش میں آ گیا تھا۔بروس نیا پنی بھاری آنکھیں کھول کر ارد گرد دیکھا۔دو نوجوان نفوس اس کے سر پر کھڑے اسے دیکھ رہے تھے۔کمرہ نیم اندھیرا تھا۔روشنی کھڑکی سے اندر آتی تھی۔کوئی شمع نہیں جل رہی تھی۔

''پانی پیو۔ہمت کرو۔''اس آدمی نے بروس کے سر کے پیچھے ہاتھ رکھ کر اسے اٹھنے میں مدد دی۔بروس نے ہمت کی اور اٹھ بیٹھا۔پانی پیا تو کچھ ہوش آئی۔زخم سے بہتا خون اب رک چکا تھا پر باہر برستی بارش نہیں۔

''میں.....''اس نے بولنا چاہا مگر درد کے باعث اس کے الفاظ منہ میں ہی دم توڑ گئے۔

''گھبراؤ نہیں۔''آدمی نے اسے دوبارہ پانی پلانے کی کوشش کی مگر اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔وہ لڑکی اس کے پاؤں کے پاس کھڑی

اسے دیکھ رہی تھی۔

''او کے تم اب آرام کرو۔'' آدمی نے اس کا تکیہ ٹھیک کیا اور لڑکی نے اس کے اوپر چادر دے دی اور وہ دونوں کمرے سے باہر چلے گئے۔ کمرے میں بیڈ پہ زخمی بروس اکیلا رہ گیا۔ وہ سوچکا تھا۔

''بروس.....کب سے بلا رہی ہوں آپ کو۔ کہاں گم ہیں؟''

لیڈی صوفیہ صوفے پر یادِ ماضی میں گم بیٹھے مسٹر بروس کو بلا رہی تھیں۔ وہ ایک دم سے ہوش میں آئے جیسے اس دن پانی پڑنے سے ہوش میں آئے تھے۔

''ہاں؟'' ایسے جیسے کچھ سمجھ نہ آیا ہو۔ ''مجھے دیر ہو رہی ہے میں چلتا ہوں۔'' وہ کہہ کر اٹھ کھڑے ہوئے۔

''میں بھی تو یہی کہہ رہی ہوں۔'' بروس بات کا جواب دیے بغیر باہر چلے گئے۔

بارش نے ایک بار پھر زور پکڑ لیا تھا۔ گھر کی ساری کھڑکیوں پہ بارش کی گرتی بوندوں کی رفتار تیز ہو رہی تھی۔

لیڈی صوفیہ بس انہیں جاتا دیکھتی رہیں۔

?????

بارش سے بھری صبح دور پہاڑی پہ بنے اورفن ایج پہ بھی طلوع ہوئی تھی۔

وہ سب جاگ چکے تھے۔ لیڈی مہر نے اپنی عادت کے مطابق صبح، سب کے اٹھنے سے پہلے اورفن ایج کا ایک چکر لگا لیا تھا۔ ایک لالٹین جل رہا تھا، جسے انہوں نے پھونک سے بجھا دیا۔

انجلین کمرے سے نکلی اور کچن کی طرف بڑھ گئی۔ چلتے چلتے اس نے اپنے بالوں کو سمیٹ کر جوڑے میں قید کیا اور اس پہ پن لگا لی۔

کمرے میں بچے بھی جاگ چکے تھے۔ سب باری باری بستر سے اٹھے اور فریش ہو کر کمرے سے باہر آئے۔ ہال ویران تھا۔

''آج سردی زیادہ ہے۔'' ایزابیل نے کہا۔ وہ ایک گرم جیکٹ پہنے ہوئے تھی۔ اس کے کھلے بال کندھوں سے ذرا نیچے تک آتے تھے۔

''روز ہی ہوتی ہے۔'' نینسی نے جیسے چڑ کر کہا۔

باقی سب چپ رہے۔ اوپر کسی جگہ سے ایک رنگ برنگے پروں والی تتلی اڑتی ہوئی آئی۔ وِل نے اچانک سر اٹھایا تو وہ اسے نظر آئی۔ وہ جیسے خوش ہو گیا تھا۔ تتلی واقعی خوبصورت تھی۔ وہ اس کے پیچھے بھاگا۔ تتلی باہر کی طرف اڑ رہی تھی۔ وِل بھی پیچھے پیچھے تھا۔ تتلی اس سے کافی اوپر تھی، مگر وِل کو جیسے کوئی امید تھی کہ وہ اسے پکڑ لے گا۔ ہال کے وسط میں کھڑے وہ چار بچے اسے دیکھ رہے تھے۔ تتلی باہر چلی گئی اور وِل اس کے پیچھے اورفن ایج کے بڑے سے دروازے سے باہر نکلنے ہی لگا تھا کہ لیڈی مہر نے سرعت سے اس کا بازو پکڑا۔ وِل لیڈی مہر کو دیکھ کر ہکا بکا رہ گیا۔ اس کا ہنستا چہرہ ساکت ہو گیا۔ لیڈی مہر وہاں ہی ایک طرف کھڑی تھیں۔ خوشی میں وِل نے انہیں دیکھا ہی نہیں تھا۔ شاید کسی اور نے بھی نہیں دیکھا تھا۔ ورنہ وہ وِل کو روک لیتے۔

''کہاں جارہے تھے تم؟'' بوڑھی لیڈی مہر نے سختی سے وِل سے پوچھا۔ وہ گنگ چہرے کے ساتھ انہیں دیکھتا گیا۔ اس کے پاس کوئی جواب نہیں تھا۔

''میں نے منع کیا ہے کہ باہر نہیں جانا پھر تم کیوں.....'' وہ غصے میں آ گئیں۔ اس عمر میں حکم عدولی ان کی برداشت سے باہر تھی۔

وِل کی آنکھوں سے آنسو لڑھکتا ہوا گال تک آیا۔ ''میں.....وہ.....تتلی کو پکڑنے.....'' وہ روتے ہوئے ٹھہر ٹھہر کر بولا۔ باقی چاروں بچے یہ سارا منظر دیکھ رہے تھے۔

بالائی منزل کے کمرے کا دروازہ کھلا اور ہلکے گلابی رنگ کا فراک پہنے، بالوں کو سمیٹ کر کمر پہ چھوڑے، اوپر کالے رنگ کا سویٹر پہنے وہ نیچے اترتی دکھائی دی۔ کسی نے بھی اسے نہ دیکھا مگر وہ سب کو دیکھ سکتی تھی۔

''تتلی تمہارے پاس خود آئے گی یا تمہارے ہاتھ بہت لمبے ہیں جو تم اڑتی ہوئی تتلی کو پکڑ لو گے؟'' غصہ اور اونچی آواز.....وِل کا دل بیٹھ سا گیا۔ ''مجھ سے جھوٹ مت بولو۔ آئندہ میں تمہیں یہاں نہ دیکھوں ورنہ سزا ملے گی۔'' لیڈی مہر نے جھٹکتے ہوئے انداز میں اس کا ہاتھ چھوڑ دیا۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹا۔ آنسو ابل ابل کر باہر آ رہے تھے۔ اگر وہ آج ذرا ہنس ہی رہا تھا تو لیڈی مہر کو یہ منظور نہ تھا۔

وہ جا چکی تھیں۔

سب بچوں کے پاس آئے۔ وہ رو رہا تھا۔ میری تیز تیز زینے اترتی نیچے آئی اور تقریباً بھاگتی ہوئی دروازے کے پاس کھڑے بچوں تک آئی۔ اس نے آتے ہوئے لیڈی مہر کو دیکھا تھا۔ لیڈی مہر بھی اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ ایک سرد غصیلی نگاہ.....میری اب اس کی عادی ہو چکی تھی۔

''کیا ہوا وِل؟'' وہ آگے آئی اور گھٹنوں کے بل اس کے سامنے بیٹھ گئی۔ وِل ہنوز دبی دبی آواز میں رو رہا تھا۔ سب بچے پریشان ہو گئے۔ میری بھی.....

''بتاؤ مجھے۔'' اس نے دوبارہ کہا تو نینسی نے دکھ سے اسے سارا قصہ سنایا۔ میری کو دکھ ہوا تھا۔ اتنی سی بات.....

''کوئی بات نہیں وِل۔ وہ بڑی ہیں۔'' وہ سنبھل گئی تھی۔ اب اسے ان بچوں کو سنبھالنا تھا۔

وِل نے اپنے آنسو صاف کیے۔ ''کوئی بات نہیں سسٹر میری۔ ہمیں اس سب کی عادت ہو چکی ہے۔'' کتنا دکھ تھا اس کے لہجے میں.....میری کا دل بہت اداس ہو گیا تھا۔ وہ اسے کتنا پیارا لگا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں آئے آنسو دیکھ کر مزید اداس ہو گئی تھی۔ اس نے وِل کو بیساختہ گلے لگا لیا اور اس کے سر کے پچھلے حصے پہ ہاتھ پھیرنے لگی۔ وِل کو جیسے اتنے سالوں بعد کوئی سہارا ملا تھا۔ اس نے بھی میری کو خود سے الگ نہیں کیا بلکہ وہ خود کو اس کے سپرد کر کے بہتر محسوس کر رہا تھا۔ وِل کی آنکھوں سے بہتا پانی میری کے کندھے میں جذب ہوا تو اس کی آنکھیں بھر آئیں۔ اتنی سی عمر میں اتنی تکلیفیں.....آخر وہ کب نکلیں گے اس سب سے؟

وہ لاجواب سی ہو گئی۔ وہ اس سے الگ ہو کر اٹھی۔ وِل کے آنسو صاف کیے اور بنا کچھ کہے کچن میں چلی گئی۔ چاہے بارش ہو یا نہ ہو، اسے ملکہ عالیہ لیڈی مہر کے لیے خاص، دریا سے پانی کا مشکیزا بھر کر لانا ہی تھا۔ وہ سامنے بنے کنویں سے پانی پی لیں تو کیا ہو جائے گا؟

کچن میں اپنا بھاری وجود سنبھالیا نجلین لیڈی مہر کا ناشتہ تیار کر رہی تھی۔اس نے اپنا ازلی ایپرن پہن رکھا تھا۔میری کو دیکھ کر وہ رکی اور مسکراتے ہوئے اسے ''گڈ مارننگ'' کہا۔میری نے اداس مسکراہٹ اس کی طرف اچھالی۔انجلین کی مسکراہٹ سمٹی اور وہ کام چھوڑ کر اس تک آئی۔

''کیا ہوا؟''انجلین نے پریشانی سے پوچھا۔

میری بوجھل قدموں سے چلتے ہوئے آگے آئی اور ذرا جھک کر زمین پہ پڑا مٹکا اٹھایا۔''یہ سب کب ختم ہوگا انجلین ؟''وہ دکھ سے سوال کر رہی تھی۔انجلین نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

''کیا سب؟''وہ بولی۔

''لیڈی مہر نے آج.....وِل کو ڈانٹا ہے۔وہ تو بس ایک تتلی کو پکڑتے پکڑتے باہر جانے لگا تھا۔''میری نے اسے ساری بات بتائی۔

''اس سب کا کوئی حل نہیں ہے ہمارے پاس.....''انجلین کو سن کر بہت دکھ ہوا تھا۔

میری نے سر جھٹکا اور مٹکا اٹھاتی کچن سے باہر چلی گئی۔انجلین بھی ناشتے کی ٹرے اٹھائے اس کے ساتھ ہی باہر نکلی۔کیا ہی اچھا ہو اگر اس ناشتے میں وہ کسی دن زہر ملا دے مگر نہیں.....وہ یہ نہیں کر سکتی تھی۔ایک اور قتل.....

اس نے سوچا۔

بارش ذرا تھمی تو اس نے سکھ کا سانس لیا۔نہ بھی تھمی ہوتی تو بھی اسے جانا ہی تھا۔مٹکا اٹھائے وہ باہر نکلی۔سامنے کنواں تھا۔پتا نہیں کون سا گناہ کیا تھا تم نے کہ تمہارا پانی لیڈی مہر کے حلق سے نیچے نہیں اترتا۔

اس نے سوچا۔

برے موڈ سے وہ دریا کی طرف جانے لگی۔کل کی نسبت آج زیادہ بارش ہوئی تھی۔کہیں کہیں پانی کھڑا ہو چکا تھا۔چلتے چلتے اس کے کپڑے نیچے سے گندے ہو رہے تھے۔وہ چلتی گئی اور ڈھلوان آ گئی۔ارد گرد بنی جھاڑیوں پہ پانی گر رہا تھا۔پتے صاف ہو چکے تھے مگر پودے جڑوں سے گندے تھے۔راستہ بھی کیچڑ سا بن گیا تھا۔کسی وقت بھی اس کا پاؤں پھسل سکتا تھا۔جو بھی تھا..... اسیجانا ہی تھا۔وہ ذرا سنبھلتی ہوئی نیچے اترنے لگی۔احتیاط سیاس نے مٹکا پکڑ رکھا تھا۔چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ نیچے اتر رہی تھی۔بارش کی رفتار میں پھر سے تیزی آ گئی۔اف.....لیڈی مہر.....

اس نے سوچا۔

گرتی سنبھلتی وہ دریا تک پہنچ گئی۔بہتے دریا سے پانی بھرا اور ایک نظر اوپر ذرا سے نظر آتے اورفن ایج کو دیکھا۔کیا ضرورت تھی معمار کو اتنی اوپر عمارت بنانے کی.....؟

اس نے سوچا۔

اسے اب اوپر جانا تھا۔ پہلے اس نے مٹکا اٹھایا اور اسے ذرا اوپر رکھا۔ پھر خود اوپر چڑھنے لگی۔ بارش..... مٹی..... پانی سے بھرا مٹکا.....

اس نے تلخی سے سر جھٹکا۔ وہ اور کیا کر سکتی تھی؟ وہ آدھے راستے تک بہت ہمت سے پہنچی تھی۔ اب وہ ذرا اوپر تھی اور مٹکا نیچے تھا۔ اسے جھک کر مٹکا اٹھانا تھا اور اوپر رکھنا تھا۔ وہ جھکی اور مٹکا اٹھایا۔ بھاری مٹکا..... وہ راستہ ایسا تھا کہ ذرا ڈھلوان آتی اور پھر سیدھا ہوتا۔ جس طرح پہاڑی علاقوں کے راستے ہوتے ہیں۔

اس نے مٹکا اوپر رکھا۔ وہ اسے چھوڑنے ہی لگی تھی کہ اس کے پاؤں سے کوئی چیز گزری۔ شاید کوئی کیڑا وغیرہ..... اس نے چیخ مار کر ٹانگ اٹھائی۔ توازن برقرار نہ رہا اور وہ بری طرح نیچے گرتی چلی گئی۔ مٹکا پوری طرح اوپر ٹھہرا نہیں تھا۔ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے گرتا چلا گیا۔ میری بہت نیچے تک گری۔ مٹکا ٹوٹا اور لمحے بھر کے لیے پانی کسی چشمے کی طرح بہہ گیا۔

وہ ہمت کر کے اٹھی اور..... آنکھوں کے گرد پانی جمع ہونے تھا۔ بارش کا پانی نہیں، جو ٹھنڈا تھا۔ یہ آنکھوں سے نکلتا گرم پانی تھا۔ وہ رونے لگی۔ اسے ہاتھ پہ چوٹ آئی تھی۔ وہ کتنی ہی دیر یہاں بیٹھی روتی رہی۔ وہ یہاں کیوں آئی تھی؟ ایسا کیوں ہوا تھا؟ ایسی کیا مجبوری تھی کہ وہ یہاں آ گئی؟ کیا پورے فورکس میں کوئی دوسری جگہ نہیں تھی؟ وہ تو یہاں آرام سے ایک اچھی زندگی گزارنے آئی تھی۔ ایک نئی شروعات کرنے آئی تھی مگر اسے علم نہ تھا کہ قدرت نے اس کے لیے اِس جگہ کٹھن امتحان رکھے ہیں۔ ابھی تو یہ پہلی سیڑھی تھی۔ اسے ہمت کرنی چاہیئے۔ زندگی بہت مشکل ہے۔ انسان کی ہمت اور حوصلہ ہی اسے آسان بنا سکتا ہے۔

وہ روتی رہی۔ جیسے آج وِل رو رہا تھا۔ بارش رکنے کا نام ہی نہیں لے رہی تھی۔ اسے پرواہ نہیں تھی۔ اسے کسی بات کی پرواہ نہیں تھی۔ نہ بارش کی..... نہ اپنے کیچڑ آلود کپڑوں کی..... نہ اپنی..... نہ لیڈی مہر کی..... نہ اورفن ایج کی..... نہ وقت کی..... نہ کلاس کی..... نہ..... بس، اسے بچوں کی پرواہ تھی۔

ہاتھوں کی پشت سے آنسو صاف کرتی وہ اٹھی۔ بارش کا پانی بھی ان میں شامل تھا۔ وہ اوپر جانے کے ارادے سے اٹھی۔ اس میں ہمت باقی نہ رہی تھی۔ کھڑے ہونے سے قبل اس پہ یہ انکشاف ہوا کہ اس کی ٹانگ بھی زخمی ہے۔ وہ شاید زیادہ نہ چل سکے اور چڑھائی..... بہت ناممکن سا لگتا تھا۔ دوبارہ سے ہمت کرتی وہ اوپر چڑھنے لگی۔ ابھی دوسرا قدم ہی اٹھایا تھا کہ ٹانگ پہ زور پڑا۔ وہ سنبھل نہ پائی اور پھر سے زمین پہ ڈھے گئی۔ کیچڑ کے چھینٹے اچھل کر اس کے منہ پہ بھی پڑے تھے۔ ہمت جواب دے گئی..... حوصلہ ٹوٹ گیا..... برداشت ختم ہو گئی..... اور آنکھیں پھر سے پانی ابلنے لگی تھیں..... اسے لگا جیسے وہ چل نہیں سکتی۔ وہ مفلوج ہو چکی ہے۔ کتنی ہی دیر وہ وہیں زمین پہ گری روتی رہی۔ بارش تھم چکی تھی مگر اس کے آنسو نہیں۔ وہ روتی گئی یوں جیسے آج آخری بار رونا ہے۔

دفعتاً اسے اوپر سے آوازیں سنائی دیں۔ کوئی اس کا نام پکار رہا تھا۔ کوئی مردانہ آواز اور ساتھ میں ایک نسوانی آواز تھی۔ نسوانی آواز کو تو وہ پہچان گئی تھی مگر مردانہ آواز اس کے لیے نئی تھی۔

''یہاں ہوں.....'' وہ رندھے لہجے کے ساتھ ذرا اونچی آواز میں بولی مگر رونے سے آواز زیادہ اونچی نہ نکل سکی کہ اوپر ان دونوں

تک پہنچ سکے۔انجلین اسے مسلسل آوازیں دے رہی تھی۔میری اس کی آواز سن سکتی تھی مگر انجلین اس کی آہستہ آواز نہ سن سکی۔

''یہاں ہوں میں.....''اس بار اس نے سنبھلی ہوئی آواز میں کہا۔اب آواز اوپر تک پہنچ سکتی تھی،شاید.....اس میں اٹھنے کی ہمت نہیں تھی۔انجلین کی آواز پھر سے سنائی دی۔اس بار آواز ذرا قریب سے آئی تھی۔وہ نیچے آ رہی تھی۔ایک مردانہ آواز پھر سے اسے سنائی دی۔پر وہ تھا کون؟ یہ آواز نئی ہے۔

اس نے سوچا۔

میری نے اس بار حلق پھاڑ کر آواز لگائی۔میری کی آواز ہوا میں سفر کرتی اوپر کھڑے ان دونوں تک پہنچ گئی۔انجلین نے ادھر ادھر دیکھا۔وہاں کوئی نہیں تھا،سوائے اس کے ساتھ آئے شخص کے.....

''میری تم کہاں ہو؟''اپنے انگریزی لب و لہجے میں وہ اسے بلا رہی تھی۔آواز کافی اونچی تھی۔میری تک با آسانی پہنچ گئی۔

''میں نیچے ہوں انجلین۔''پھر سے حلق پھاڑ کر میری نے جواب دیا۔

انجلین نے نیچے دیکھا۔وہ اسے نظر نہ آئی مگر آواز وہاں سے ہی آئی تھی۔اس نے لڑکے کو اشارہ کیا اور نیچے چلی گئی۔راستہ ناہموار تھا۔جھاڑیوں کے پتے صاف تھے۔بارش نے انہیں نہلا دیا تھا مگر وہ راستہ اور ان کی جڑیں کیچڑ آلود تھیں۔

وہ نیچے اترنے لگے۔راستے میں انہیں ٹوٹا ہوا مٹکا نظر آیا۔انجلین مٹکا دیکھ کر سمجھ گئی تھی۔وہ تیز تیز نیچے اترنے لگی۔بالآخر اسے میری نظر آ گئی۔وہ درد سے بھرے چہرے کے ساتھ زمین پہ گری پڑی تھی۔اس میں اتنی ہمت نہ ہوئی تھی کہ وہ اٹھ کے بیٹھ جاتی۔انجلین اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''کیا ہوا تمہیں؟''انجلین نے فکرمندی سے پوچھا اور اسے سیدھا بیٹھنے میں مدد دی۔اس کے چہرے پہ جگہ جگہ مٹی لگی تھی۔

''میں.....میں.....بہت زور سے.....دو دفعہ(دو انگلیاں انجلین کو دکھائیں)نیچے.....گری ہوں۔مجھے.....بہت زور سے.....چوٹ آئی ہے۔میں.....''اس کا ضبط ٹوٹ گیا۔وہ پھر سے رونے لگی۔انجلین نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

وہ اس کے ساتھ لگی کتنی ہی دیر روتی رہی جیسے اپنا دل ہلکا کر رہی ہو۔جیسے اپنے فیصلے پہ پچھتا رہی ہو۔جیسے وہ یہاں اب اور نہیں رہنا چاہتی۔جیسے وہ اس جگہ سے تنگ آ گئی ہو۔جیسے وہ.....

''اچھا اٹھو اب۔ہمت کرو۔دو گھنٹے ہو گئے ہیں تمہیں وہاں سے نکلے۔''انجلین نے اسے خود سے الگ کیا۔''ہم تمہاری مدد کرتے ہیں۔''میری نے 'ہم' پر غور کیا اور آس پاس نظر دوڑائی۔ایک خوبرو جوان ہاتھ باندھے انجلین کے پیچھے کھڑا تھا۔وہ اسے پہچانتی تھی۔وہ اس سے پہلے مل چکی تھی۔تب وہ ٹھیک تھی۔وہ رو نہیں رہی تھی۔مگر.....اُس دن اور آج بھی اس کا منہ مٹی سے آلود تھا۔

انجلین نے اسے اٹھایا۔وہ ذرا لڑکھڑاتی ہوئی اٹھی اور ایک ہاتھ انجلین کے کندھے پہ رکھا۔وہ دونوں آہستہ آہستہ چل رہی تھیں۔بھوری داڑھی والا خوش شکل مرد ان کے عقب میں چل رہا تھا۔ذرا آگے تک وہ ٹھیک چلی مگر اس سے اونچائی نہ چڑھی جاتی۔

''ہمت کرو میری۔تھوڑا سا رہ گیا ہے۔''انجلین نے جسے تھوڑا کہا وہ کتنا زیادہ تھا،یہ بات میری جانتی تھی۔اس نے ہمت کی اور

اوپر چڑھنے لگی۔ دفعتاً اس کا پاؤں پھسلا تو وہ نیچے گرنے لگی تھی کہ انجلین نے اسے تھام لیا۔ مضبوطی سے.....

''دھیان سے میری.....'' انجلین نے اسے سیدھا کھڑا کرتے ہوئے کہا۔ میری کی آنکھوں سے آنسو دوبارہ جاری ہونے لگے۔

''اوہو.....روتو مت۔ ہم پہنچ جائیں گے۔'' اس نے تسلی دی۔ میری نے اثبات میں سر ہلایا۔

''انجلین .....میں نہیں چل سکتی۔ میری.....ٹانگ میں بہت درد ہے۔'' اس نے کہا۔ چہرے سے ہی اس کے درد کا اندازہ لگانا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ انجلین کو دکھ ہوا تھا۔ وہ اس کی دوست بن گئی تھی۔ میری اس وقت بیبس نظر آتی تھی۔

''رابرٹ.....'' انجلین نے عقب میں چلتے رابرٹ کو مخاطب کیا۔ وہ جلدی سے دو قدم آگے آیا۔ ''ایک طرف سے تم مدد کرو۔'' انجلین نے اسے کہا۔ میری کا ایک ہاتھ انجلین کے کندھے پہ تھا۔ رابرٹ میری کی دوسری سمت کھڑا تھا۔ اس نے کلائی سے میری کا ہاتھ پکڑا اور اپنے کندھے پہ رکھ لیا۔ میری کو عجیب سا احساس ہوا۔ وہ ایک مرد کے اتنے قریب.....وہ اس بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔ اس وقت اس کی مجبوری تھی ورنہ وہ ایسا قدم ہرگز نہ اٹھاتی۔

وہ ان دونوں کے درمیان چل رہی تھی۔ دونوں کی مدد سے اسے چلنے میں آسانی ہوئی۔ وہ اوپر چڑھ رہے تھے۔ راستے میں اسے ٹوٹا ہوا مٹکا نظر آیا۔ اسے اس وقت لیڈی مہر پہ شدید غصہ آیا تھا۔ اسے ان سے نفرت محسوس ہوئی تھی، پر.....کیا وہ اس نفرت کی حق دار بھی تھیں؟

آہستہ آہستہ چل کر وہ تینوں اوپر پہنچے۔ بارش کے بعد ٹھنڈی ہوا چلنا شروع ہو چکی تھی۔ میری اب خاموش تھی۔ اس کے آنسو بھی رک چکے تھے۔ درد بھی پہلے کی طرح زیادہ نہیں تھا پر بالکل ختم بھی نہیں ہوا تھا۔ میری نے تازہ ہوا کو اپنے اندر اتارا۔ وہ ابھی تک ان دونوں کے درمیان تھی۔ اور فن ایج سامنے تھا۔ وہ آہستہ آہستہ چل کر اور فن ایج کے داخلی دروازے تک آئے۔ میری نے ایک نظر کنویں کو دیکھا۔ تم بھی میرے کام نہ آئے۔

اس نے دکھ سے سوچا۔

دروازے کے اس پار پانچ بچے ان تینوں کے منتظر کھڑے تھے۔ ان کو اندر آتا دیکھ کر وہ سب بھاگتے ہوئے ان کے پاس آئے۔ میری نے ایک اداس، رو دینے والی مسکراہٹ سے انہیں دیکھا۔ وہ سب بھی فکرمندی سے اسے دیکھ رہے تھے۔ ابھی اسے یہاں آئے وقت ہی کتنا ہوا تھا کہ یہ بچے اس کے لیے کیسے پریشان ہو رہے تھے۔ ان کے چہرے اس بات کے گواہ تھے۔

ان سے کچھ دور لیڈی مہر بھی کھڑی تھیں۔ وہ سب دیکھ رہی تھیں۔ میری نے نہ دیکھا وہ اسے دائیں طرف بنے ایک کمرے میں لے آئے۔ اسی طرف ساتھ والے کمرے میں وہ بچوں کو پڑھاتی تھی۔ اسی طرف آخر میں لیڈی مہر کا کمرہ بھی تھا۔

وہ اندر آ گئے۔ کمرے میں سامنی دیوار کے وسط میں بیڈ رکھا تھا۔ ایک بڑی کھڑکی بھی تھی جس میں سے روشنی گزر کر اندر آتی تھی اور کمرے کو منور کرتی تھی۔ کھڑکی پہ پردے بھی لگے تھے پر اس وقت پردے سمٹ کر ایک طرف تھے۔ وہ اسے بیڈ تک لے آئے۔ انجلین نے اسے لٹایا۔ رابرٹ پیچھے ہو گیا۔ نینسی دوسری طرف سے بیڈ پہ چڑھی اور کمبل کھول کر اسے دیا۔ وہ اب پہلے سے بہتر محسوس کر رہی تھی۔ باقی

بچے بھی اس کے پاس ہی تھے۔انجلین اس کے سامنے بیڈ پہ بیٹھی تھی۔جن کی وجہ سے میری کو اتنی تکلیف سے گزرنا پڑا تھا وہ.....لیڈی مہر ہی یہاں نہیں تھیں۔اچھی بات ہے ورنہ میری کا موڈ اور خراب ہو جاتا۔

''ایلس.....جاؤ ایک بڑے سے برتن میں پانی لے آؤ اور ایزابیل،تم اس کے ساتھ جاؤ۔سنک کے ساتھ والی الماری میں سے ایک خشک کپڑا رکھا ہے،وہ بھی لے آؤ۔''انجلین نے دونوں سے کہا۔وہ دونوں سر ہلاتی کمرے سے باہر چلی گئیں۔انہیں میری سے لگاؤ تھا۔نینسی،جارج اور وِل بھی اس کے پاس تھے۔انہیں بھی میری کی فکر تھی۔

انجلین میری کی طرف گھومی۔اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔چہرے پہ جگہ جگہ مٹی لگی تھی۔کپڑے بھی گندے تھے جس سے بیڈ پہ بچھی چادر بھی گندی ہو گئی تھی۔انجلین کو ابھی اس سب کی پرواہ نہیں تھی۔وہ یہ کام بعد میں دیکھ لے گی۔

''انجلین.....میں اب چلتا ہوں۔سامان تمہیں مل گیا ہے۔میں اب پرسوں آؤں گا۔''رابرٹ کا وہاں اب کوئی کام نہیں تھا۔انجلین نے سر ہلا دیا۔وہ باہر چلا گیا۔میری شاید اب سو چکی تھی۔انجلین کو اس کی حالت پہ دکھ ہوا تھا۔

تھوڑی دیر بعد ایلس اور ایزابیل ہاتھوں میں سامان پکڑے کمرے میں داخل ہوئیں۔ایلس نے پانی کا برتن سائیڈ ٹیبل پر رکھ دیا۔انجلین اٹھی اور ایزابیل سے ایک کپڑا پکڑ کر پانی میں ڈبو دیا۔میری کے کندھے کو ہلکا سا سہلایا۔اس کی کچی نیند ٹوٹ گئی۔ادھ کھلی آنکھوں سے اس نے انجلین کو دیکھا۔

''میری.....مجھے تمہارا منہ صاف کرنا ہے۔جگہ جگہ مٹی لگی ہے۔''انجلین کی بات پر میری نے اثبات میں سر ہلایا۔انجلین نے کپڑا گیلا کر کے اس کا منہ صاف کیا۔دوسرے خشک کپڑے سے اس نے پانی صاف کیا۔مٹی صاف ہو چکی تھی۔سفید رنگت واپس آ چکی تھی۔انجلین اٹھی اور اس کے لیے کھانا لینے چلی گئی۔میری پھر سے سو چکی تھی۔بچے اس کے پاس ہی تھے۔اسے اس حالت میں دیکھ کر انہیں بھی دکھ ہوا تھا۔وہ سمجھے تھے میری بھی لیڈی مہر جیسی ہو گی مگر وہ ان کے بالکل برعکس تھی۔اس بات کا واضح ثبوت وہ ابھی دیکھ چکے تھے۔اب انہیں لیڈی مہر پہ اور زیادہ غصہ آ رہا تھا۔

سورج اور فن ایج کے بالکل اوپر آ چکا تھا۔دھوپ کھڑکی سے چھن کر کمرے میں آ رہی تھی۔میری سو چکی تھی۔بچے اس کے سرہانے ہی بیٹھے تھے۔آج کی دونوں کلاسیں نہیں ہوں گی۔گھڑی کی سوئیاں بارہ بجا رہی تھیں۔

☆☆☆☆☆

انجلین کچن میں تھی۔وہ میری کے لیے سوپ بنا رہی تھی۔تبھی اچانک لیڈی مہر کچن میں داخل ہوئیں۔اس نے مڑ کر دیکھا۔سوپ میں چمچا ہلاتا ہاتھ رک گیا۔

''میری کی طبیعت کیسی ہے؟''انداز میں سرد مہری.....سنجیدگی.....ویسی ہی تھی۔

''پہلے سے بہتر ہے۔''انجلین عام سے لہجے میں بولی اور دوبارہ سے سوپ میں چمچا ہلانے لگی۔چولہے پہ رکھے برتن میں سوپ چھوٹے چھوٹے ابالے کھا رہا تھا۔پٹاخے پھوٹنے کی آواز آ رہی تھی۔

''اس نے کچھ کھایا؟'' لیڈی مہر نے سوال کیا۔

انجلین کی پشت لیڈی مہر کی طرف تھی۔

''میں پہلے دودھ کا گلاس لے کر گئی تھی مگر وہ سو رہی تھی۔ میں نے اسے ڈسٹرب نہیں کیا۔'' ذرا سی گردن موڑ کر اس نے کہا۔ وہ بھی لیڈی مہر سے خائف تھی۔

لیڈی مہر نے اثبات میں سر ہلایا اور باہر چلی گئیں۔

کچن میں بکھری لالٹین کی زرد روشنی میں انجلین کام کر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

سورج اپنا چکر مکمل کر رہا تھا۔ دھوپ کم ہوتی جا رہی تھی۔ شام کے پانچ بج رہے تھے۔ بیڈ پہ بڑے بے سدھ وجود نے اچانک آنکھیں کھولیں۔ وہ کہنیوں کے بل اٹھ کر نیم دراز ہوگئی۔ اس نے آس پاس نظر دوڑائی۔ وہاں کوئی نہیں تھا۔ یہ کمرہ اس کے لیے انجان تھا۔ وہ یہاں پہلے نہیں آئی تھی۔ اسے یہ تک معلوم نہیں تھا کہ یہ کمرہ کون سا ہے۔

کمرے میں ڈوبتے سورج کی روشنی آ رہی تھی۔

دفعتاً دروازہ کھلا اور بوڑھی لیڈی مہر اپنے چہرے پہ ازلی سنجیدگی لیے کمرے میں داخل ہوئیں۔ میری نے ایک تلخ نظر ان پہ ڈالی اور آنکھیں پھیر لیں۔ وہ چلتی چلتی اس کے قریب آئیں اور پاس رکھی لکڑی کی کرسی پہ کسی ملکہ کی طرح براجمان ہوئیں۔ وہ ملکہ ہی تھیں۔ اور فن ایج کی ملکہ.....

''کیسی طبیعت ہے اب تمہاری؟'' ملکہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔ کیا اس وقت بھی ان کا انداز ایسا ہونا چاہئے؟ اب اس وقت تو وہ اپنی گردن میں پڑا سریا پگھلا ہی سکتی تھیں۔ میری کی یہ حالت ان کی وجہ سے ہی ہوئی تھی پر.....

''بہتر.....'' میری نے نگاہیں ملائے بغیر کہا۔ اس کے انداز میں واضح تلخی تھی۔

لیڈی مہر اس کے انداز کی سرد مہری کو خوب جانتی تھیں۔ ''کل سے پانی بھرنے نہ جانا۔ ڈیوٹی ختم.....'' انہوں نے اسی سنجیدگی سے کہا۔

میری نے گردن پھیر کر سرد نظروں سے انہیں دیکھا۔ ''ظاہر ہے میں اب نہیں جاؤں گی۔ بس میری طبیعت ٹھیک ہو جائے، میں یہاں سے چلی جاؤں گی لیڈی مہر.....'' اس کا لہجہ رندھ گیا۔ ''میں اور مشقت نہیں جھیل سکتی۔ میں بھی انسان ہوں۔ مجھے اتنی زیادہ مشقت کی عادت نہیں ہے۔ میں اب یہاں اور نہیں رہ سکتی۔''

اس کی بات سن کر لیڈی مہر نے پہلو بدلا۔

''مجھے نہیں پتا تھا کہ یہاں زندگی اتنی مشکل ہے۔ میں تو اپنی پرانی زندگی چھوڑ کر یہاں نئی زندگی شروع کرنے آئی تھی۔ مجھے کیا پتا تھا یہاں دو دن رہنے میں ہی میری برداشت ختم ہو جائے گی۔ میں بس ذرا ٹھیک ہو جاؤں (وہ رکی) بلکہ..... میں کل ہی یہاں سے چلی جاؤں

گی۔میں ایسے نہیں رہ سکتی۔آپ کو آپ کا اورفن ایج مبارک ہو.....'' تلخی سے کہتی میری نے دوبارہ نظریں پھیر لیں۔

آج وہ کیسے لیڈی مہر کے سامنے اتنا بول گئی تھی۔وہ خود بھی حیران تھی۔پر.....کسی نہ کسی کو تو بولنا ہی پڑے گا۔

''تمہاری مرضی.....'' وہ کرسی سے اٹھیں۔''میں چلتی ہوں۔'' بے پرواہ سی لیڈی مہر کمرے سے باہر چلی گئیں۔میری نے نظریں تک نہ پھیریں۔جب لیڈی مہر کو ہی احساس نہیں ہے تو وہ کیوں کرے؟

اس نے سوچا۔

کمرے سے نکلتی لیڈی مہر کو دروازے پہ کھڑی انجلین نظر آئی۔ایک خاموش نگاہ اس پہ ڈال کر وہ آگے بڑھ گئیں۔انجلین ان کی باتیں سن چکی تھی۔

وہ ہاتھ میں چھوٹی ٹرے،جس میں سوپ کا پیالہ تھا،پکڑے اندر آئی۔مصنوعی مسکراہٹ سے اسے دیکھا۔میری نے نظریں پھیر لی تھیں۔انجلین کو دیکھ کر کچھ دیر پہلے کی ساری تلخی اب زائل ہو چکی تھی۔انجلین آگے آئی۔ٹرے سائڈ ٹیبل پہ رکھا اور خود اس کے پاس آ کر بیٹھ گئی۔

''میں تمہارے لیے سوپ بنا کر لائی ہوں۔''انجلین نے اسے بتایا۔

میری نے ایک نظر سوپ پہ ڈالی اور سر اثبات میں ہلایا۔''شکریہ.....''

''کوئی بات نہیں۔'' بھاری وجود پہ سفید فراک پہنے اس نے کہا۔

''انجلین.....تم میرا ایک کام کرو گی؟'' میری نے اسے سوالیہ نظروں سے دیکھا۔

''کیا کام؟''انجلین نیکہا۔اسے میری کی بات کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی تھی۔

''تم میرا سارا سامان سمیٹ کر سوٹ کیس میں رکھ دو۔مجھے کل واپس جانا ہے۔'' میری نے اسے اپنے پلان سے آگاہ کیا۔

''کہاں جانا ہے؟''انجلین انجان بنتے ہوئے بولی۔

''میں واپس جا رہی ہوں۔میں یہاں نہیں رہ سکتی۔میں لیڈی مہر کے ظلم،مزید برداشت نہیں کر سکتی۔میری برداشت ختم ہو گئی ہے۔''اس کا لہجہ پھر سے رندھ گیا۔''مجھے اتنی مشقت کی عادت نہیں ہے۔میں یہاں فوجی بننے نہیں آئی جو وہ مجھ سے اتنے مشکل مشکل کام کروا رہی ہیں۔انہیں اندازہ بھی ہے کہ وہاں سے پانی لانا کتنا مشکل ہے؟تم نے دیکھا ہی ہے وہ راستہ۔خود تو وہ آرام سے سارا دن کمرے میں ہی رہتی ہیں۔وہاں فارغ بیٹھ بیٹھ کے ہم پر نئے سے نئے ظلم کے طریقے سوچتی رہتی ہیں۔انہیں کیا پتا وہاں سے پانی لانا کس قدر مشکل ہے۔سامنے ہی تو کنواں بنا ہے۔بھلا اس کا پانی کیوں ان کے حلق سے نیچے نہیں اترتا؟اور نل میں بھی تو پانی آتا ہے۔ہم سب تو وہی پیتے ہیں۔ایک ان کے ہی نخرے ختم نہیں ہوتے۔اس پانی میں کیا خرابی ہے؟ہم سب زندہ ہی ہیں۔عجیب.....مجھے یہاں نہیں رہنا اب۔رکھیں اپنا اورفن ایج سنبھال کر.....'' وہ تیز تیز بول رہی تھی۔اس کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

انجلین سمجھ سکتی تھی پر ابھی وہ چپ تھی۔

''میری مانو تو تم بھی بچوں کو یہاں سے لے کر بھاگ جاؤ۔ بلکہ.....آج رات ہی ہم بھاگ جاتے ہیں۔ یہ زمین بہت بڑی ہے۔ ہمیں کہیں نہ کہیں جگہ مل جائے گی۔ رہنے دو لیڈی مہر کو ادھر ہی.....'' وہ تنفر سے کہہ رہی تھی۔

یہ بات سن کر انجلین کے ماتھے پہ حیرت سے بل پڑ گئے۔

''بس کرو میری.....اب تم زیادہ بول گئی ہو۔'' انجلین کا انداز بدل چکا تھا۔ میری حیران تھی۔ ''تم لیڈی مہر کے بارے میں کچھ نہیں جانتی، پر میں سب جانتی ہوں۔ انہوں نے مجھے پالا ہے۔ میں ان کے ساتھ رہی ہوں۔ میں انہیں ایسے چھوڑ کر نہیں جا سکتی۔'' انجلین کا انداز ذرا سخت ہو گیا تھا۔ ''میں آج اگر اس چھت کے نیچے ہوں تو لیڈی مہر کی وجہ سے ورنہ.....شاید میں یہاں نہ ہوتی۔ میں مر گئی ہوتی (میری کو مرنے پہ کوئی یاد آیا تھا)۔ انہوں نے میری پرورش کی ہے۔ وہ پہلے ایسی نہیں تھیں۔ انہیں حالات نے ایسا بنا دیا ہے۔ تم ان کے بارے میں نہیں جانتی۔ تمہیں ان کی تکلیف کا اندازہ نہیں ہے۔'' اس کی آواز بھیگ گئی۔

''سوری انجلین.....'' میری ذرا آگے ہوئی اور اس کے ہاتھ پہ ہاتھ رکھا۔ ''مجھے نہیں پتا تھا۔ میں نے سخت الفاظ کہہ دیے۔'' میری شرمندہ تھی۔ انجلین نے گیلی سانس اندر کھینچی۔

''چلو اب سوپ پیو۔ ٹھنڈا ہو جائے گا۔ اور ہاں.....تم کہیں نہیں جا رہی۔ لیڈی مہر نے اب تمہیں پانی لانے سے منع کر دیا ہے ناں۔ اب آرام سے ادھر رہو۔''

باہر آسمان گہرا نیلا ہوتا جا رہا تھا۔ رات قریب تھی۔ کمرے میں بھی روشنی کم ہو گئی۔

''لیکن.....وہ کیوں پانی منگواتی تھیں مجھ سے؟ پورے اورفن ایج کے نل ٹھیک تو ہیں۔ یہ پانی بھی تو اسی دریا سے آتا ہے۔'' میری کو یہ بات کھٹک رہی تھی۔ انجلین مسکرا دی۔ کچھ کہے بغیر وہ اٹھی اور لالٹین جلا دیا۔ کمرہ اب زرد روشنی سے منور ہو چکا تھا۔ ہر چیز واضح تھی۔ ٹرے پکڑ کر میری کی گود میں رکھا اور واپس وہیں بیٹھ گئی۔

میری جواب کی منتظر تھی۔

''پیو اسے۔'' انجلین نے اپنی ہنسی پہ قابو پاتے ہوئے اسے کہا۔

''جواب تو دو.....'' میری کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔ وہ انجلین کے ایسے ہنسی روکنے پہ بھی حیران ہو رہی تھی۔

''وہ تمہارا امتحان لے رہی تھیں۔'' انجلین نے بتایا اور کھلکھلا کر ہنس دی۔ میری نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

''کیا مطلب؟'' اس نے پوچھا۔

انجلین نے ہنسی روکی۔ ''مطلب امتحان.....ٹیسٹ.....'' وہ کہہ رہی تھی۔

''کیا میں یہاں پڑھنے آئی ہوں جو میرا امتحان لیا جا رہا ہے؟'' میری کو یہ بات بہت ناگوار گزری۔

انجلین پھر سے ہنس دی۔ ''نہیں نہیں۔'' ہاتھ ہلاتے ہوئے اس نے کہا۔ ''تم سے پہلے بھی ایک لڑکی یہاں آئی تھی۔ لیڈی مہر نے اس سے بھی پانی بھروایا تھا۔ تمہاری طرح دو دن میں ہی اس کی ہمت جواب دے گئی تھی مگر فرق یہ ہے کہ تمہیں چوٹ لگ گئی۔'' انجلین نے

اسے بتایا۔ میری نے حیرت سے اسے دیکھا۔ تو کوئی پہلے بھی یہاں قسمت آزما چکی ہے۔

اس نے سوچا۔

''ہاں تو ٹھیک ہے ناں۔ بھلا اتنا عجیب وغریب امتحان لینے کی کیا ضرورت ہے؟'' میری ابھی تک خفا تھی۔ انجلین اس کی شکل کے بگڑتے زاویے دیکھ کر ہنس دی۔

''تمہیں بڑی ہنسی آ رہی ہے؟'' میری نے چڑ کر کہا۔

انجلین کا بلند قہقہہ ہوا میں محلول ہوا۔ میری کی خفگی بھی اسی کے ساتھ ہوا ہو چکی تھی۔ وہ بھی ہنس دی۔

انجلین کچھ دیر مزید وہاں ٹھہری۔ دونوں نے باتیں کیں۔ میری نے سوپ پی لیا تو انجلین برتن لیے کچن میں چلی گئی۔ اسے رات کے کھانے کی تیاری کرنی تھی۔

اس کے جانے کے بعد میری دوبارہ لیٹ گئی۔ وہ اب بہتر محسوس کر رہی تھی۔

☆☆☆☆☆

کچن سے ملحقہ کھانے کے کمرے میں وہ سب جمع تھے۔ ہمیشہ کی طرح سربراہی کرسی پہ لیڈی مہر براجمان تھیں۔ انجلین بچوں کو کھانا نکال کر دے رہی تھی۔ سب بچوں نے میری کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق ہاتھ دھوئے اور کھانا کھانے لگے۔ لیڈی مہر کو ان کے اندر کی یہ تبدیلی اچھی لگی تھی۔ وہ اس کا اعتراف کرنا چاہتی تھیں پر.....انا بھی ناں.....

''کیا سسٹر میری کی طبیعت زیادہ خراب ہے؟'' جارج نے انجلین سے پوچھا۔ یوں جیسے اس کا دھیان صرف میری کی طرف تھا۔ انجلین اسے ہی کھانا دے رہی تھی۔ سب نے جارج کے سوال پہ انجلین کو جواب طلب نظروں سے دیکھا۔ لیڈی مہر بھی انجلین کے جواب کی منتظر تھیں۔

''نہیں.....وہ ٹھیک ہے اور کل سے.....''

''وہ کل یہاں سے جا رہی ہے۔'' لیڈی مہر نے انجلین کو اس کی بات مکمل کرنے نہ دی۔ سارے لیڈی مہر کی بات پہ حیرت زدہ تھے۔ ''یہ اس کا اپنا فیصلہ ہے۔ میں نے اسے نہیں روکا۔'' لیڈی مہر نے اپنی بات مکمل کی اور دوبارہ سے کھانے کی طرف متوجہ ہو گئیں۔ ہر چیز سے بے پرواہ.....

''کیا سچ میں؟'' ایلس نے اداسی سے پوچھا۔ انجلین نے جارج کی پلیٹ میں کھانا ڈالا اور ایلس کی طرف گھومی۔

''تم سب خود اس سے پوچھ لینا۔'' انجلین نے بات سمیٹی۔

سب بچے جلدی جلدی کھانا کھانے لگے۔ دو دن میں ہی انہیں میری بہت اچھی لگی تھی۔ وہ سادہ سی پرخلوص لڑکی.....انہیں میری میں اپنا خیر خواہ نظر آتا تھا۔ وہ اسے انجلین اور لیڈی مہر سے مختلف سمجھتے تھے۔ انہیں انجلین سے کبھی کبھی شکایت رہتی تھی مگر.....میری بین سن انہیں اچھی لگی تھی۔ اس میں ایک اپنائیت محسوس ہوئی تھی جو ان سب کو اس کی طرف کھینچ رہی تھی۔

لیڈی مہر کھانا کھا کر رمال سے ہاتھ اور منہ صاف کرتی اٹھیں اور سنجیدگی سے سب کو شب بخیر کہہ کر باہر چلی گئیں۔

''کیا لیڈی مہر نے انہیں ڈانٹا ہے؟'' جارج نے ایک اور سوال کیا۔ انجلین اب کیا کہے کہ اس بار میری نے لیڈی مہر کو ڈانٹا ہے؟

''نہیں..... ہاں شاید تھوڑا سا.....'' اس نے کہا۔

''آخر وہ ہر ایک کو کیوں ڈانٹتی ہیں؟'' نینسی نے خفگی سے کہا۔ ''وہ ڈیول کی بات مانتی ہیں۔'' یہ جملہ اس نے منہ میں بڑبڑایا۔

انجلین نے دکھ سے اسے دیکھا۔ ''مجھے نہیں پتا۔'' اس نے شانے اچکائے۔ ان چھوٹے چھوٹے ذہنوں کو اب وہ کیا بتائے؟ وہ باتیں ان کی سمجھ میں نہیں آسکتیں۔ اسے چپ ہی رہنا چاہئے۔ کم از کم ان بچوں کے سامنے تو.....

''چلو ہم سب ان کے پاس چلتے ہیں۔'' ایزابیل نے پرجوش انداز میں کہا۔ وِل سب کی باتیں خاموشی سے سن رہا تھا۔ اندر سے اسے بھی میری اچھی لگی تھی پر..... وہ اظہار نہیں کر پایا۔

تینوں لڑکیوں نے برتن سمیٹنے میں انجلین کی مدد کی۔ انہیں میری کی ہر بات یاد تھی۔

فارغ ہو کر وہ سب میری سے ملنے اس کے کمرے میں گئے۔ رات کے اندھیرے میں کھڑکی سے باہر کچھ نظر نہیں آتا تھا۔ انجلین نے پردے آگے کر دیے۔ کھڑکیاں بھی بند کر دیں۔ کمرہ اسی طرح زرد روشنی میں نہایا ہوا تھا جیسا وہ چھوڑ کر گئی تھی۔

میری بھی جاگ رہی تھی۔

''میری..... دیکھو یہ سب تم سے ملنے آئے ہیں۔'' انجلین نے اس کے پاس جا کر کہا۔ میری نے اس کے پیچھے کھڑے پانچ بچوں کو دیکھا۔ وہ ایک دم سے مسکرائی اور سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ بچوں کو دیکھ کر اس کے چہرے پہ خوشگواریت آچکی تھی۔ اس نے بچوں کو اپنے پاس آنے کا کہا۔ سب بچے بھی خوشی سے اس کے پاس بیڈ پہ بیٹھ گئے۔

''سسٹر میری.....'' وہ نینسی تھی۔ ''آپ کل یہاں سے جا رہی ہیں؟'' وہ اداسی سے بولی۔ باقی سب بھی اداس تھے۔ وِل بھی.....

''تو کیا نہ جاؤں؟'' اس نے الٹا نینسی سے سوال کر دیا۔ انجلین انہیں باتیں کرتا دیکھ رہی تھی۔

''نہیں.....'' وِل نے فوراً کہا۔ وہ آٹھ سال کا بچہ..... اس کے سفید بال ماتھے پہ بکھرے تھے، خوبصورت نیلی آنکھوں سے، جن میں بے پناہ اداسی رقم تھی، اسے دیکھ رہا تھا۔ ''یہاں کوئی نہیں آتا۔ آپ اچھی ہیں۔ پلیز یہاں سے نہ جائیں۔'' وِل کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔ جارج، نینسی، ایزابیل اور ایلس کی آنکھوں میں بھی نمی در آئی۔ میری اور انجلین کو ان بچوں پہ بہت ترس آیا تھا۔

''وِل.....'' میری نے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا۔ وہ اس کے پاس ہی بیڈ پہ بیٹھا تھا۔ اس نے تیزی سے میری کا ہاتھ تھام لیا۔ میری کے انداز میں اپنائیت تھی جسے وہ سب محسوس کرنے لگے تھے۔ ''میں نہیں جاؤں گی۔ میں تم سب کے ساتھ یہیں رہوں گی۔'' میری نے مسکراتے ہوئے کہا۔

سب بچے بھی خوش ہو گئے۔

''چاہے لیڈی مہر آپ کو ڈانٹیں بھی..... آپ تب بھی نہ جانا پلیز.....'' ایزابیل آگے آئی اور میری کے ہاتھ کے اوپر اپنا ہاتھ رکھ

دیا۔میری اور انجلین ہنس دیں۔وہ کیا کہہ سکتی تھیں؟

وہ تھوڑی دیر باتیں کرتے رہے۔میری کی طبیعت اب بہتر تھی۔رات کو آرام کرے گی تو ٹانگ کا درد بھی کم ہو جائے گا۔

''انجلین .....میں اپنے کمرے میں جانا چاہتی ہوں۔'' میری نے کہا۔انجلین کچھ بولنے ہی لگی تھی مگر میری نے اپنی بات جاری رکھی۔''دیکھو مجھے منع مت کرنا۔میں ٹھیک ہوں اب۔اگر تم نے منع کیا تو میں خود اٹھ کر چلی جاؤں گی۔'' وہ اٹل لہجے میں بولی۔

انجلین نے اسے ایک گھوری سے نوازہ۔بچے ابھی تک وہیں تھے۔

انجلین نے ہار مانتے ہوئے میری کی اٹھنے میں مدد کی۔میری انجلین کا ہاتھ پکڑے چل رہی تھی۔وہ سب ایک ساتھ کمرے سے نکلے۔جاتے جاتے انجلین نے تمام زرد روشنیاں گل کر دیں۔کمرہ پھر سے تاریکی میں ڈوب گیا۔

وہ باہر نکلیں۔انجلین نے میری کو تھام رکھا تھا۔وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھا رہی تھی۔زینے سامنے تھے۔اس نے پیر اوپر اٹھانے کی کوشش کی مگر اس سے نہ ہو سکا۔اس دم اس کے منہ سے کراہ نکلی۔

''دیکھا.....'' انجلین نے کہا۔''واپس چلو۔'' وہ میری کو تھامے، مڑ گئی۔میری بے بس ہو گئی۔اسے اپنے کمرے میں جانا تھا مگر.....

وہ واپس اسی کمرے میں آ گئے۔ایزابیل اور نینسی نے لالٹین جلایا۔انجلین نے میری کو واپس بیڈ پہ بٹھا دیا تھا اور اس کی ٹانگیں پکڑ کر اوپر رکھ دیں۔اسے لیٹ کر ذرا سکون آیا۔

''آرام کرو ابھی۔جب ٹھیک ہو جاؤ گی تو چلی جانا اوپر.....'' انجلین نے سرزنش کرنے والا انداز اپنایا۔میری مسکرا دی۔

پھر اگلے دو دن تک وہ اسی کمرے میں رہی۔سارا سارا دن یوں ہی گزر جاتا۔بچے اس کے پاس ہی رہتے تھے۔وہ انہیں مختلف کہانیاں سناتی۔کبھی ان سے دل کی باتیں پوچھتی تھی۔وہ اس کے قریب ہونے لگے تھے۔گو کہ وِل ابھی بھی زیادہ باتیں نہیں کرتا تھا مگر اسے میری سے باتیں کرنا اچھا لگتا تھا۔انجلین اس کے ساتھ اسی کمرے میں سوتی تھی۔ان دونوں کی بھی آپس میں اچھی دوستی ہو چکی تھی۔انجلین کو اس کی تنہائی بانٹنے والی دوست مل گئی تھی۔ان دو دنوں میں اس نے خوب آرام کیا تھا۔لیڈی مہر بھی ایک دو بار آئی تھیں۔دو دن بعد میری نے خود کو پہلے سے بہتر پایا۔اس کے پاؤں کا درد تقریباً ختم ہو چکا تھا۔وہ چل سکتی تھی۔پھر اس رات اس نے انجلین سے ضد کی کہ اسے اوپر جانا ہے۔تھوڑے سے دنوں میں ہی اسے وہ کمرہ اپنا اپنا لگنے لگا تھا۔انجلین نے اس کی بات مان لی اور رات کو اکیلی اسے سہارا دے کر اوپر چھوڑ آئی۔شروع میں اسے ذرا دقت ہوئی مگر بعد میں ٹھیک ہو گیا تھا۔

دو دن بعد وہ اپنے کمرے میں آئی تھی۔انجلین واپس اپنے کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆☆☆

آمنے سامنے لگے آٹھ پلنگوں والے کمرے میں ساری روشنیاں بجھی تھیں۔آسمان پہ سجے، چمکتے چاند اور ستاروں نے کسی حد تک روشنی پھیلا رکھی تھی جو روشن دان سے اندر آتی تھی۔

وہ پانچوں بچے اپنے اپنے پلنگ پہ سونے کے لیے لیٹے ہوئے تھے۔سب کی آنکھیں کھلی تھیں پر وہ خاموش تھے۔لحاف تانے وہ

اپنی اپنی سوچوں میں گم تھے۔

سوچ کی غار سے نکلنا کب آسان ہوتا ہے؟ دماغ جب تک جاگتا رہتا ہے وہ کب ہمیں اپنے دل میں بنائی ہوئی غاروں سے نکلنے دیتا ہے؟

کیا وہ اپنے دل کی بنائی گئی غاروں سے نکل پائیں گے؟

وہ سب اپنے ماضی، حال اور مستقبل کے بارے میں سوچ رہے تھے۔ وہ خاموش تھے مگر ان کے دماغ میں جو شور برپا تھا.....اس کا کیا؟

وہ بے سکون تھے۔

غار سے نکلو گے تو سکون آئے گا۔

?????

بڑے سے عالیشان کمرے میں بھی ستاروں کی مدھم روشنی آ رہی تھی۔ منظر نیم واضح تھا۔

ایسے میں اس پورے قلعے.....محل نما اور فن ایج کی ملکہ بیڈ پہ سیدھی لیٹی تھی۔ دائیاں ہاتھ بائیں ہاتھ پہ سجا کر اپنے اوپر رکھا تھا۔ وہ چھت پہ کسی ایسے نقطے کو تلاش کر رہی تھیں جو ابھی معرضِ وجود میں نہیں آیا۔

ماضی اور پچھتاوں کی غار سے نکلنا کب آسان ہوتا ہے؟ جب پچھتاوا ساتھ نہ چھوڑے تو کیسے اس غار سے نکلا جائے؟ ماضی اور پچھتاوں کی غار سے نکلنے کے لیے اپنے پچھتاوں کو دور اور غلطیوں کو خود ہی معاف کرنا پڑتا ہے۔

کیا ملکہ اس غار سے نکل سکے گی؟

ملکہ اپنے کیے گئے غلط فیصلوں کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ وہ غلط فیصلے جو ملکہ نے اپنی دنیا پانے کے لیے کیے تھے مگر وہ دنیا ان کے آس پاس ہو کر بھی ساتھ نہ رہی۔ ملکہ کو اس بات کا پچھتاوا تھا۔

وہ بے سکون تھی۔

غار سے نکلو گے تو سکون آئے گا۔

☆☆☆☆☆

نچلی منزل کے ایک اور کمرے میں بھی ستارے اپنی ہلکی روشنی کے ساتھ روشن دان سے چپکے چپکے اندر جھانک رہے تھے۔ زرد روشنی کا نام و نشان بھی وہاں نہ تھا۔

کمرے کے وسط پہ رکھے بیڈ پہ وہ سیدھے ہاتھ کو روٹ لیے لیٹی تھی۔ بال کھلے تھے جو تکیے پہ بکھرے پڑے تھے۔ آنکھیں کھلی تھیں۔ وہ سامنے دیوار پہ چپ چاپ.....غور سے دیکھ رہی تھی۔ نجانے وہاں اندھیرے میں اسے کیا نظر آ رہا تھا۔

آنے والے حالات کے بارے میں سوچنا بھی خود کو ایک غار میں بند کرنے کے مترادف ہوتا ہے۔ دماغ میں مستقبل کی فکریں ہی

چلتی رہتی ہیں۔

آنے والے کل کی فکر کی غار سے نکلنا کب آسان ہوتا ہے؟ جب انسان کو اپنے مستقبل کا علم ہی نہیں تو اس کے بارے میں اتنا سوچ سوچ کر آج کو کیوں خراب کرنا؟ انسان کے ہاتھ میں تو صرف کوشش ہے۔ جب تک انسان ان فکروں کو دماغ سے نہ جھٹکے، وہ کیسے اس غار سے نکل سکتا ہے؟ اس غار کا دروازہ کوشش ہے۔ بہتر مستقبل کے لیے بس کوشش کرنی چاہئے۔ باقی سب حالات ٹھیک ہو جاتے ہیں۔

کیا وہ اس غار سے نکل سکے گی؟

وہ اپنے بارے میں سوچ رہی تھی۔ میرا کیا ہوگا؟ کیا جو میں چاہتی ہوں وہ مجھے ملے گا؟ کیا وہ کبھی واپس آئے گا؟ کیا وہ میرے ساتھ زندگی شروع کرنے کے لیے راضی ہو جائے گا؟ کیا میرا مستقبل روشن ہے؟ کیا میں صرف اس اور فن ایج کی باورچن ہی رہوں گی؟ کیا میں ایک اچھی زندگی گزاروں گی؟

وہ یہ سب باتیں سوچ رہی تھی۔

وہ بے سکون تھی۔

غار سے نکلو گے تو سکون آئے گا۔

☆☆☆☆☆

بالائی منزل کا وہ کمرہ جس کی کھڑکی سے پاس بہتا دریا صاف نظر آتا ہے، بھی روشنی سے خالی تھا۔ درخت ہلکی دھند سے ڈھکے ہوئے تھے۔ ستاروں کے چھوٹے چھوٹے قمقمے بھی کمرے کو مکمل طور پر روشنی فراہم کرنے سے قاصر تھے۔

وہ آنکھیں بند کیے کھڑکی کے ساتھ لگ کے کھڑی تھی۔ ہلکی ہلکی ہوا اس سے ٹکراتی اور ادھر ادھر پھیل جاتی۔

گناہوں اور غلطیوں کی غار سے نکلنا کب آسان ہوتا ہے؟ وہ گناہ جو انسان جان بوجھ کر کرتا ہے اور جب اس کا جرمانہ ادا کرنا پڑتا ہے تو وہ انسان سے برداشت نہیں ہوتا۔ یا وہ غلطیاں جو انسان سے ناسمجھی میں ہوتی ہیں مگر ان کا بوجھ اٹھانے سے کندھے جواب دے دیتے ہیں۔ کسی کا نقصان کرنے کا بوجھ کیسے کم ہو سکتا ہے؟ جب تک اس سے معافی نہ مانگی جائے شاید تب تک نہیں..... معافی مانگے بغیر انسان گناہوں کی غار سے کیسے نکل سکتا ہے؟

وہ کھڑکی کے ساتھ کھڑی اپنے ایک گناہ کے بارے میں سوچ رہی تھی جس کی اس نے بہت بڑی قیمت ادا کی تھی لیکن..... زیادہ نقصان تو اُس کا ہوا تھا۔ وہ تو جان سے گئی تھی۔ اس نے اپنے پیارے کھوئے تھے۔ وہ خوشیاں دیکھنے سے پہلے ہی چلی گئی تھی۔ پر میری..... وہ تو زندہ تھی۔ اس نے زندگی کے حسین دن گزارے تھے۔ اس نے خوشیاں دیکھی تھیں۔ اس نے اپنے پیاروں کے ساتھ وقت گزارا تھا۔ سزا تو اسے کافی دیر بعد ملی تھی۔

وہ یہ سب سوچ رہی تھی۔

وہ بے سکون تھی۔

غار سے نکلو گے تو سکون آئے گا۔

اس کی آنکھوں سے بے آواز آنسو ٹپک رہے تھے۔ان آنسوؤں کے اندر کا شور وہ سن سکتی تھی۔اس نے آنکھیں کھولیں اور سامنے بہتے دریا کو دیکھنے لگی۔ بہتے پانی کے اس شور کی اب اسے عادت سی ہوگئی تھی۔دفعتاً دریا کے اُس پار، درختوں کے پاس اسے ایک روشنی نظر آئی۔جلتی بجھتی روشنی.....جیسے کوئی سگنل ہو.....اسے وہ روشنی کھٹکی ضرور تھی پر اس نے کوئی نتیجہ اخذ نہ کیا۔اس کا دماغ کہیں اور تھا۔

وہ کتنی ہی دیر اس جلتی بجھتی روشنی کو دیکھتی رہی پھر نظریں پھیر لیں۔

نجانے کون ہے وہاں؟ کیا کر رہا ہے؟ خیر.....اسے کیا؟

اس نے سوچا۔

وہ بیڈ پہ آئی اور لیٹ گئی۔ٹانگ کا درد پہلے سے بہتر تھا۔

کھڑکی وہ بند کر چکی تھی مگر وہ روشنی.....وہ روشنی اس کی زندگی بدلنے والی تھی۔جہاں سے شروع ہوئی تھی، وہ روشنی اسے دوبارہ اسی جگہ لے آئے گی۔میری کو اس بات کا بالکل اندازہ نہ تھا۔

وہ سو چکی تھی.....

ہر سوچ کو جھٹک کر.....

پُر امید ہو کر.....

☆☆☆☆☆